Arya Musafir 1913 G.K.V.

میری آنکھوں کے سامنے کھنچ گئی۔ بارے میں پرماتما کا شکر بجا لایا اور جلدی ہی سنج کی ضروریات سے فراغت پاکر بستر استراحت پر لیٹ گیا۔ اور باوجود طبیعت کی اسقدر ہلچلی کے میٹھی اور گہری نیند میں خراٹے لینے لگا۔

اب صبح کاذب نمودار ہے۔ قریب دو گھڑی کا تڑکا ہے۔ حسب معمول میں نے بلا تامل بستر سے اٹھ اوم کا آچارن کرتے ہوئے اپنی بکھری ہوئی طبیعت کو ٹھکانے لگایا اور رفع حاجات ضروری میں متوجہ ہوا۔ پھر جلدی ہی فارغ ہو کر ٹھنڈے جل سے اشنان کر کے اپنے دوست مہاشے رودردت کی مکان کی راہ لی۔ اسموقعہ پر یہ جتلا دینا ضروری ہوگا۔ کہ کیوں میں نے اپنے مکان پر اگنی ہوتر نہیں کیا۔ اور نہ اپنے مکان پر بیٹھ کر سندھیا آدی نت کرم سے فراغت حاصل کی۔ مترگن اس کے جواب میں میں آپکے دلوں پر یہ نقش کرنے کی کوشش کرونگا کہ کس طرح گوار بھوانی دت نے ٹھیک اس گھڑی اور اس لمحہ سے کہ جب اسنے [illegible] سندھیا کے ۱۱ [illegible] [illegible] کرویدک دھرم کا متر [illegible] (تیسریہ آریہ [illegible]) [illegible] ۱۱ [illegible] ہر پہلو سے [illegible]

ہے پربھو! آپ اس سارے سنسار کے آدھار ہیں۔ آپکے ہی آدھار پر ہم سنسار میں سب کاموں کو کر رہے ہیں۔ دھن ایشوریہ شکتی اور آن صرف آپکی دیا اور کرپا کا ہی نتیجہ ہے۔ ہے جگت پتا! ہماری طاقت ایشوریہ اور شکتی ایک دوسرے کی رکشا اور سہایتا میں کام آوے۔

ہے ان داتا! ہم کبھی خود غرضی کی زندگی [illegible] دی اشیا کا بھوگ کرنا سیکھیں۔

ہے شکتی مان! ہماری شکتی اور طاقت سب کیلئے یکساں میسر ہو۔ ہم [illegible] کے بھروسہ پر غرور اور ابھمان کی مورتی نہ بن جاویں۔ ہے تیج سروپ! ہم تیج اور بل کو کسی سے دویش اور نفرت نہ کرتے ہوئے دھارن کریں!

اوم شانتی۔ شانتی شانتی

ہے

نے لکھتے

سا

...ات کن۔ آپکے دلوں میں ... قدر سے تشویش ... له

... بسبب دو دو باتوں کا سلسلہ ہی کہ جس کا ابھی تمہیدی سبق چہارم شروع ہوتا ہے نہ معلوم اصل سلسلہ کس قدر لمبا اور دشوار گذار ہوگا۔ لیکن آپ ہرگز مشوش نہ ہووں یہ سلسلہ تمہید اِسی نمبر میں ختم ہوجاویگا اور آئندہ ماہ آپ بزم معاصرین میں باقاعدہ انٹروڈیوس ہوکر ہمنشینان بزم کے تبادلہ خیالات سے پورا پورا حظ اٹھانے لگیں گے۔

عابد فریب شوخی و رغبت فزا نگاہ
ہیں کیا کسی سے صبر تجھے دیکھ کر نہ ہو

مِس ریوشا دلوی کے کیریکٹر کی خوبیوں نے ایک گونہ اثر میری طبیعت پر کیا تھا۔ اُن سے رخصت ہوکر جب میں گھر پر پہنچا۔ تو دل کا عجب حال پایا۔ پریم کی سچی تصویر جسکو اِس قدر خوبی کے ساتھ ہمارے دوست حکیم چھدامی لال جی قمر اڈیٹر سوداگر میرٹھ نے "آریہ مسافر" ماہ اکتوبر کے صفحات میں کھینچا ہے

میری آنکھوں کے سامنے کھنچ گئی۔ بارے میں پرماتما کا شکر بجا لایا
اور جلدی ہی سنج کی ضروریات سے فراغت پاکر بستر استراحت پر لیٹ گیا۔ اور
باوجود طبیعت کی اسقدر ہلچلی کے میٹھی اور گہری نیند میں خراٹے لینے لگا۔

اب صبح کاذب نمودار ہے۔ قریب دو گھڑی کا تڑکا ہے۔ حسب معمول میں نے
بلاتامل بستر سے اٹھ اوم کا اُچارن کرتے ہوئے اپنی بکھری ہوئی طبیعت کو
ٹھکانے لگایا اور رفع حاجات ضروری میں متوجہ ہوا۔ پھر جلدی ہی فارغ
ہوکر ٹھنڈے جل سے اشنان کر کے اپنے دوست مہاشے رودردت کے مکان
کی راہ لی۔ اسموقعہ پر یہ جتلا دینا ضروری ہوگا۔ کہ کیوں میں نے اپنے مکان پر اگنی
ہوتر نہیں کیا۔ اور نہ اپنے مکان پر بیٹھ کر سندھیا آدی نت کرم سے فراغت
حاصل کی۔ سترگن اس کے جواب میں میں آپکے دلوں پر یہ نقش کرنے کی
کوشش کرونگا کہ کس طرح بزرگوار بھوانی دت نے ٹھیک اُس گھڑی اور اُس
لمحہ سے کہ جب اُسنے خود بھگوان دیانند کے چرنوں میں بیٹھ کر ویدک دھرم
کے تتو کا منتر سیکھا تھا۔ ٹھیک اُسوقت سے اُسنے اپنے جیون کو ہر پہلو سے
"آریہ جیون" بنالیا تھا۔ جسمیں اُسکو یہاں تک کامیابی حاصل ہو گئی تھی کہ
وہ اب یگانوں و بیگانوں میں ہر جا اور ہر طرف ایک بزرگ
سمجھا جانے لگا۔ چنانچہ بلاناغہ ہر صبح اُس کے یگیہ شالا میں بڑی بھاری سکیل پر
ہون یگیہ کیا جاتا۔ جس میں دور و نزدیک کے سب سجن شامل ہوتے۔ صرف وہی لوگ
نہ آتے۔ جو خود کافی استطاعت اس قسم کا بڑا یگیہ رچانے کی رکھتے تھے۔ یا وہ
لوگ نہ آتے جو کسی خاص وجہ سے اپنے پریوار سمیت اپنے مکان سے باہر نہ جا سکتے
تھے۔ ہمارے بزرگوار بھوانی دت کی یہ زبردست رائے تھی کہ موجودہ زمانہ میں
جبکہ ابھی لوگوں میں ویدک نت کرم کی طرف زبردست دھیان پیدا نہیں ہوا لازمی
ہے کہ وہ لوگ جو استطاعت رکھتے ہیں ہر صبح کم از کم ہون یگیہ کا اس پیمانہ پر انتظام
کر دیں۔ کہ دیگر تمام سجن جن جو نزدیک و تھوڑی دور بستے ہوں خود بخود یگیہ شالا
میں کھنچے آویں۔ اور یگیہ کی پورتی میں حصہ لیویں۔ ایسے انتظام کی موجودگی میں

اگر کوئی شخص اگنی ہوتر کے نت کرم کے کرنے سے قاصر دکھائی دیگا تو سمجھا جاویگا کہ سماج کی مشینری کا کوئی نہ کوئی پیچ ڈھیلا رہ گیا ہے۔ اُن کا یہ بھی خیال تھا کہ ایسا کرنے سے یگانگت کا فیلنگ مضبوط ہوتا ہے۔ اور غیروں کے دلوں میں بھی ہمدردی و یکجہتی کا انکر پھوٹنے لگتا ہے۔ وہ کبھی بھی اِس امر کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ کہ یہ عمل ناقابل عملدرآمد ہے۔ کیونکہ انہوں نے اسکو برسوں سے خود کر کے دیکھ لیا تھا۔ خصوصاً آج تو بزرگوار بھوانی دت کے لپسر خورد سالہ کا نام کرن سنسکار تھا۔ آج کی چہل پہل تو اور دنوں کی نسبت کہیں بڑھ چڑھکر تھی۔ گھر سے نکل کر میں ابھی چوک میں نہ پہنچا تھا کہ سامنے سے مسٹر بھیا فیلس کا آدمی بھاگتا ہوا آیا۔ اور بتلایا کہ چوک میں مسٹر بھیا فیلس وبہن اگنیجی مس سوشیلا فٹن کو تھامے ہوئے انتظار میں ہیں۔ میں یہ خبر پاکر دو دو قدم اٹھاتے ہوئے فوراً چوک میں جا پہنچا۔ اور بہن اگنیجی کے ساتھ سیٹ لیکر بیٹھ گیا۔ کیونکہ مسٹر بھیا فیلس کے خیال میں درست ایٹی کٹ یہی تھا کہ مس سوشیلا اُن کے ساتھ بیٹھیں اور میں اگنیجی کے ساتھ گو اِس وقت کی ایٹی کٹ تو کچھ ایسی مناسب اور با موقعہ ثابت ہوئی۔ کہ فریق ثانی نے دو ہی نگاہوں میں میرے دلِ زار کی کل داستان پڑھ لی۔ اور ادھر رہ رہ کر میری زبان پر یہ شعر آتا۔

عابد فریب شوخی و رعنت فزا نگاہ

میں کیا کسی سے صبر تجھے دیکھکر نہ ہو

اِس طرح ایک دوسرے کی صحبت کا حظ اُٹھاتے ہوئے ہم سُلطانی دروازہ کے باہر "وکرم بھون" کے چوراہے میں جا پہنچے۔ دیکھا کہ دوسری جانب سے ایک وکٹوریہ آرہی ہے۔ جسکو دیکھ کر مسٹر بھیا صاحب فیلس نے اپنی فٹن کو آہستہ کر دیا ہے۔ گویا کہ وہ چاہتا ہے کہ سامنے سے آنیوالے صاحب کی ملاقات میں پیر کرے۔ اب وکٹوریا آپہونچی۔ اُس میں سے ایک نہایت شکیل جوانمرد شخص ہنستا ہوا اُترا۔ اتنے میں مسٹر بھیا صاحب فیلس بھی فٹن سے اُتر رہے تھے۔ دونو دوست نہایت تپاک سے بغلگیر ہوئے۔ ہم سب بھی اُتر آئے تھے مسٹر بھیا فیلس نے

مجھ کو صاحب موصوف سے اس طرح انٹروڈیوس کرایا کہ گویا جہاں دنیا کے اوصاف مجھ میں آچھپے تھے۔ یہ نئے صاحب کون تھے۔ پاٹھک گن سنیئے میں بتائے دیتا ہوں ان کا نام اقبال نرائن ہے اور آپ دراصل دہلی کے رہنے والے ہیں۔ اگرچہ شکل وضع قطع میں دہلی والوں کی نزاکت نہیں ہے۔ جسکی خاص وجہ بھی ہے۔ آپ وکالت پیشہ ہیں اور اپنے پیشہ میں نہایت نامور ہیں۔ آپ ہمیشہ بشاش نظر آتے ہیں۔ الا کبھی کبھی آپکی طبیعت کسی سابقہ واقعہ کو یاد کرکے ایسی ٹھٹھرتی ہے کہ الامان۔ مسٹر بھٹیا صافیلس نے بعد میں مجھے بتایا۔ کہ آپ پکے ویدک دھرمی ہیں آپکی والدہ ایک بزرگوارہ عمر رسیدہ شریف خاتون ہیں اور آپکے ماموں صاحب مشہور سنیاسی سوامی رامانند ہیں کہ جن کے نام نامی سے وو یارتھی دنیا تمامی واقف ہے۔ آپکے والد صاحب کا نام چاند نرائن تھا۔ جو کسی ایک بد عادات کی وجہ سے اقبال کو کمسن چھوڑ کر راہی ہو گئے تھے۔ مسٹر بھٹیا فیلس نے مجھے یہ بھی بتایا۔ کہ ان چاند نرائن کا حال خیر "آریہ مسافر" کے صفحات میں بہ عنوان "دھرم کی گتی" گذشتہ سردیوں میں چھپ چکا ہے۔ انھوں نے مجھ سے خواہش بھی کی کہ میں اقبال و انکی والدہ و ماموں صاحب کے دلچسپ خیالات کو جو وہ خود مہیا کریں گے۔ ضبط تحریر میں لاؤں۔ چنانچہ مینے اسوقت اقرار بھی کر لیا کہ میں ضرور ایسا کروں گا۔ اور کہ جلدی پیارے مسافر کے پاٹھک گن "دھرم کی گتی" کے عنوان سے "اقبال" کا درشن کریں گے۔ خیر اسکو تو یہاں ہی چھوڑ دوں۔ القصہ مختصر ہم سب سواریوں کو وہیں چھوڑ مختلف مضامین پر ذکرات چھیڑتے و بحث و مناظرات اٹھاتے "وکرم بھون" میں جا پہونچے ۔

سرچشمہ نجوم

سلسلہ کے لئے دیکھو آریہ مسافر بابت ماہ

از

(شریمان مہاشہ شادی رام آریہ پانی پتی)

بھاگوت آدی اٹھارہ پوران توہمات باطلہ اور خیالات کاذبہ کے ایسے خاردار اور بے ترتیب جنگل ہیں جن میں انسانی گذر مشکل ہے۔ کیونکہ کوئی بھی انسان اپنے آپکو زخمی ہونے سے بچا نہیں سکتا۔ کہیں عشقیہ چرچے ہیں۔ کہیں بدمستی کے راگ الاپے ہیں۔ زیادہ تر دور از عقل فسانہ جات کو عجیب غریب پیرایہ میں ظاہر کیا ہے اگر کہیں اتہاس اور دھرم اپدیش بھی معلوم ہوتا ہے۔ تو وہ بھی مصنف کی چرب زبانی کا شکار ہوکر پایہ صداقت سے گرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے اکثر انسان فہم و دانش کے گھوڑے پر سوار ہوکر اس گھنے جنگل میں۔ جہاں نہ کوئی شاہ راہ ہے نہ کوئی کچی سڑک۔ نہ پگ ڈنڈی ہی نظر آتی ہے) جانے کا ارادہ ہی نہیں کرتے بلکہ اپنے آپکو پا پیادہ چلنے میں بھی اسمرتھ سمجھ کر بقول شخصے　اگر خواہی سلامت بر کنار است۔ بھولے پن سے ترک اور دلیل کو دور پھینکتے ہوئے۔ ست بچن ست بچن ست بچن۔ کہہ کر ہی اپنا من سنتشٹ کر لیتے ہیں۔ اور بعض خوش اعتقاد مخرب اخلاق و خلاف عقل حکایات کو بھی یہ کہہ کر کہ ہماری ہی سمجھ کا قصور ہے۔ ہماری عقل ناقص ہے۔ ہمارے میں فہم و فراست نہیں رہا ہے۔ کہتا سچ ہی۔ کہتا سچ ہی۔ پکارنے لگجاتے ہیں۔ اور بعض پورانوں کے دلدادہ فحش کتھاؤں پر بھی تھیوسافیکل سوسائیٹی سے ملمع کے خول عاریتاً مانگ کر انپر حتی الوسع اپنی بساط کے موافق پالش کرکے چمکیلی صورت

میں ناواقفوں کو دکھلا کر مارے خوشی کے جامے میں پھولے نہیں سماتے اور بعض عقیل و فہیم اشخاص پورانوں کی گھنونی تعلیم سے اِس قدر متنفر ہو گئے کہ اس تعلیم کو لِسٹ ملا حلوا بتا کر دُور سے ہی سلام کرنے لگے - چونکہ ہمارا منشا نہ پُورانوں کی بیجا حمایت کرنا ہے اور نہ خصومت - بلکہ پورانوں کے کرتاؤں کے خیالات کا اندازہ لگانا ہے - کہ وہ کس کس انداز سے پرواز کرتے ہیں - تاکہ ہم پورانک جوتشی لوگوں کے خیالات کا اندازہ معلوم کر سکیں - اور سورج چندر منگل - بُدھ - برہسپت - شکر اور سنیچر کی فرضی سواریوں - اور میکھ برکھ وغیرہ راشیوں کی خیالی تصاویر کو ناظرین کے ذہن نشین کرانے میں کامیاب ہوں - لہٰذا سمندر منتھن کی کتھا پر اپنے خیالات ظاہر کرتے ہیں :

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

یہ لمبی کتھا - بھاگوت کے اسکندھ ۸ - ادھیائے پانچ سے شروع ہو کر ادھیائے ۱۱ تک سانپ کی طرح جگہ بہ جگہ بل کھاتی ہوئی پائی جاتی ہے اور جگہ بجگہ جملہ معترضہ کے طور پر گنیش کی پیدائش وغیرہ مضامین پر بھی زبان چلانے میں کمال دکھایا ہے - اِس کتھا پر اعتراض تو صدہا ہوتے ہیں مثلاً (۱) پہاڑ اُٹھنے کے ناقابل ہے (۲) پہاڑ کے گرد اگرد بطور رسی کے سانپ جو لپیٹا گیا ہے - اُسکی لمبائی نہیں لکھی - اور نہ پہاڑ کا محیط ہی تحریر ہے - اور نہ یہ امر سمجھ ہی میں آتا ہے - (۳) دعوےٰ چودہ رتن نکال لینے کا کیا اور نکالے حرف دس ہی (۴) ایک ہی چیز کو منتھن کرنے سے ایک ہی قسم کا پدارتھ نکل سکتا ہے جیسے کہ دودھ سے مکھن - اور دہی سے گھی - یہ نہیں ہو سکتا کہ دودھ بلونے سے مکھن کے بجائے گدھا - اونٹ - ہاتھی وغیرہ جانور اور مرد عورت انسان - درخت وغیرہ بھی نکل پڑیں - ایسی کوئی مثال پیش نظر نہیں ہے - (۵) دعوےٰ رتن نکال لینے کا کیا گیا - اور رتنوں میں لکشمی کا بھی شمار کر لیا (۶) لکشمی جی کا ورنن پہلے ادھیاؤں میں موجود ہے - حتیٰ کہ اسی پانچویں ادھیائے میں صاف لکھا ہے کہ لکشمی جی کے لئے ست لوک کے سامنے دوسرا

بیکنٹھ بنایا - جو پانچویں منونتر کا درشن ہے - تب سمندر منتھن کرنے سے تسحیمی کا تقاضا غلط کیوں نہیں (۷) اور جب رمبھا نام استری کو جو کسی دیوتا یا اسُر کو نہ دی گئی - بلکہ اُسکو آزادانہ مخرب اخلاق زندگی بسر کرنے کے لئے ویشیا بنا دیا یا بالفاظ دیگر تمام خوبصورت عورتوں کو ویشیا بننے کا اُپدیش کر دیا - جو لبش کی بیل - آتشک سوزاک کی منبع - افلاس کی جڑ - ملک اور قوم کا ناش کرنے والی ہیں - ان کو ہی پورانوں نے رتن بتلا کر گویا ہر کہ ومہ کو اسکا شیدا بنا دیا - تو رتن کی ضد دُنیا میں کون چیز باقی رہ گئی - اسکا جواب سناتن دھرم پر چارک کا اڈیٹر ہی دے تو دے - لیکن سنجیدگی - متانت بردباری سے جواب نہ دے سکیگا - البتہ ہم کو نادان بے وقوف بتلا کر اپنا اور اپنے خوش اعتقاد گراہکوں کا دل خوش کرے گا -

ہم نے اس کتھا کو اعتراض کرنے کی نیت سے کبھی نہیں پڑھا - اور نہ اعتراضوں کی بوچھاڑ کر کے اپنے پورانک بھائیوں کے نرم دل کو ٹھیس لگانا مقصود ہے - اس لئے ہم زیادہ اعتراض درج کر کے اپنا اور آپ کا وقت ضایع نہیں کرتے ہیں - بلکہ بخیال خود سانپ کے منہ سے من نکالکر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں

کتھا کے تمام پہلوؤں کو نظر تعمق سے دیکھنے پر نتایج ذیل برآمد ہوتے ہیں -

(۱) دیوتاؤں اور اُسروں نے ملکر منتھن کیا -

(۲) سمندر (جل آشہ) میں منتھن کیا -

(۳) پہاڑ سے منتھن کیا -

(۴) کچھپ کی پیٹھ پر پہاڑ کو قایم کیا -

(۵) سانپ کی رسی بنائی -

(۶) اول سانپ کا مکھ دیوتاؤں نے پکڑا - دم اسروں نے - مگر تھوڑی دیر بعد ہی مکھ اسروں نے پکڑ لیا اور دُم دیوتاؤں نے

(۷) منتھن کرنے سے رتن وغیرہ برآمد ہوئے - اور وہ اس طرح پر تقسیم کئے گئے -

نمبر شمار	نام رتن	کس کو دیا گیا
(۱)	بِکھ (بِش)	شوجی
(۲)	کامدھینو گئو	برہمن رشی
(۳)	اوچیہ شروا نام گھوڑا	اسُروں
(۴)	ایراوت ہاتھی سفید رنگ چار دانت والا	دیوتاؤں
(۵)	کوستبھ من	تریلوکی ناتھ
(۶)	پارجات نام درخت	اسُروں
(۷)	رمبھا نام استری مہا سندری	ویشیا کو دیا گیا
(۸)	لچھمی جی	بیکنٹھ ناتھ
(۹)	کنیا روپ بارُنی	اسُروں
(۱۰)	پرش دھنونتری امرت کا گھڑا لئے ہوئے	جس پر تنازعہ ہو گیا اور اجر دیوتا اور اسروں کو پلایا گیا۔

لیکن اگنی پران ادھیائے تین میں مختصر بیانات اس کتھا کے متعلق دیئے ہوئے صرف ۸ رتن حسب ذیل بکھ[۱] - بارونی[۲] - پارجات[۳] - کوستبھ منی[۴] گئو[۵] - اپسرائیں[۶] - لکشمی[۷] - دھنونتری[۸] - کا کتھنا بیان کیا گیا ہے۔ اور وہاں تقسیم کا حال درج نہیں ہے۔ کہ کون رتن کسکو دیا گیا۔ اور چودہ رتن کے نام کالیداس جی شاعر نے اس طرح لکھے ہیں۔

لکشمی[۱] - کوستبھ[۲] - پاری جاتک[۳] - سُرا[۴] - دھنونتری[۵] - چندرماں[۶] - کامدھینو گئو[۷] ہاتھی[۸] - رمبھا نام ویشیا[۹] - دیو انگنا[۱۰] - اشو سپت بکھہ[۱۱] - دھنش[۱۲] سنکھ[۱۳] - بش[۱۴] -

اب اس کتھا کو اگر پوران کی درشٹی سے دیکھا جاوے تو مضحکہ خیز بیان کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ لیکن اگر وید اور اُپنشدوں کا سہارا لیکر بہ نظر غور دیکھا جاوے۔ تو ویدک اصول کی تشریح نظر آتی ہے۔

(اس کتھا میں اولاد اُتپن کرنے کا ورنن ہے)

ثبوت

(۱) اُپ نشدوں میں ایک کتھا آتی ہے کہ آنکھ - ناک - کان اندریوں میں جھگڑا ہوگیا اور ہر ایک اپنے آپکو ایک دوسرے سے افضل بتلانے لگی - آخر پران سب سے افضل رہا - کیونکہ پران پراوپکار کا کام کرتا ہے - خود غرضی کی اس میں بوتک نہیں ہے۔ باقی تمام اندریاں جہاں اوپکار کرتی ہیں - وہاں خود غرضی میں پھنسکر اپنے اپنے لشئے کو خود چرا لیتی ہیں - جیسے آنکھ روپ کو ناسکا خوشبو کو زبان رس کو کان شبد کو وغیرہ وغیرہ -

اس کتھا کو ورنن کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جو پراُپکار کا کام کرتا ہے - وہ دیوتا ہے جو خود غرضی میں پھنسکر کام کرتا ہے - وہ اسُر ہے - جسکا صاف مطلب یہ ہے کہ سوائے پران کے ہر اندری اپنے کام میں دیوی اور اسُری بھاو رکھتی ہے - ایسلئے اولاد پیدا کرنے کے لئے جب فعل مجامعت کیا جاتا ہے - اس میں جو اولاد پیدا کرنیکا خیال ہے وہ دیوی ہے - اور کام چیشٹا سے جو حظ حاصل ہوتا ہے - وہ اسُری ہے -

(نوٹ) یہ امر قابل غور ہے کہ اسُری بھاو میں دیوی بھاو کا ابھاو ہوتا ہے اور دیوی بھاو میں اسُری بھاو شامل رہتا ہے - جیسے کہ بعض اسُر لوگ محض کام وش (مغلوب الشہوت) ہوکر ۔ ۔ ۔ مجامعت کرتے ہیں کہ لذت حاصل ہو جاوے - اور اولاد پیدا نہ ہونے پاوے - اور اولاد پیدا کرنے کے فعل میں لذت کا حصول ہو جاتا ہے -

(۲) ہر فعل کے دو حصہ مکھ یعنی پردھان اور گون یعنی بیوں ہوتے ہیں - جو کام کسی امر کو مدنظر رکھکر کیا جاتا ہے - وہ مکھ کہلاتا ہے - اور جو دوسرا کام بلا خواہش ہو جاوے وہ گون کہلاتا ہے - اسلئے اولاد اُتپن کرنے کی نیت سے جو فعل کیا جاتا ہے - اس میں مکھ اولاد اُتپن کا خیال ہے - اور لذت گون (دوم) ہے اور جو حصول لذت کے لئے کام کیا جاتا ہے - اس میں مکھ لذت اور پیدائش اولاد گون (دوم) ہے -

کہتا کہ مصنف نے اولاد پیدا کرنے کی خواہش رکھتے ہوئے میتھن کرنے کو
ایک فعل قرار دیکر ادلی سمجھے دیوتاؤں کے ہاتھ ہیں اور وہم اشہروں کے ہاتھ
ہیں دیدی ہے۔ لیکن اس فعل کو نہائت خوفناک ظاہر کرکے سانپ سے تشبیہ دی
ہے۔ کیونکہ سادھارن پرشوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ بڑے بڑے مہاتما۔ بوردوان
لوگ بھی سمجھے کرم اولاد پیدا کرنے کے خیال کو تیاگ کرکا شن ہوکر حصول لذت
کو ہی اپنا نشان بنا لیتے ہیں۔ اور بجائے گون کے اسکو نِچھ کرم خیال کرلیتے ہیں
لیکن مصنف نے اسکو اس طرح پر ظاہر کیا ہے۔ کہ اول نِچھ دیوتاؤں نے پکڑکر
پھر نِچھ اشہروں کو دیدیا۔

دوسری قوموں کے بزرگوں نے بھی اپنے اپنے خیال کے موافق لوگوں کو سمجھانے
کی کوشش کی۔ جیساکہ شیخ سعدی صاحب فرماتے ہیں۔

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است

تو معتقد کہ زیستن بہر خوردن است

لیکن کیا ہی اچھا ہوتا اگر سعدی صاحب اولاد پیدا کرنے تک فعل مجامعت کو
جائیز رکھتے تاکہ مسئلہ ازدواج کا رواج نہوتا۔ اور طلاق کا دنیا میں نام و نشان نہ
ملتا۔ مبارک ہے وہ قوم اور مبارک ہے وہ دیش جہاں فعل مجامعت کو اولاد پیدا
کرنے کے لیئے ہی جائیز بتلایا گیا۔ اس خیال سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جو شخص دیگر عورت
تو کُجا۔ اپنی بیاہتا استری منکوحہ عورت سے بھی اولاد پیدا کرنے کے خیال کو چھوڑ
کر شہوت رانی کرتا ہے وہ فعل بد کا مرتکب ہے اور وہ اسُر ہے اور جو شخص
صرف اولاد پیدا کرنے کے خیال سے مجامعت کرتا ہے۔ وہ نیک کام کرتا ہے اور وہ
دیوتا ہے۔

یہی اصول نیوگ میں مستعمل ہے۔ جو صرف اولاد پیدا کرنے کی خواہش سے کیا
جاتا ہے اس لئے وہ دیوی کام ہے۔ اور پورانک نیوگ کی بجائے مخالفت کرکے آمل
کا خون کرتے ہیں۔

(۳) استری کی یونی جل آتشک سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو بالکل درست ہے

اور مندراچل پہاڑ کو آلۂ تناسل سے تشبیہ دینے میں مصنف نے کمال دکھلایا ہے جو واقعی ست ہے۔

(۴) کچھپ۔ کچھوے کا نام ہے۔ اور کورم بھی کچھوے کو کہتے ہیں۔ اس لئے کچھپ اور کورم مترادف الفاظ ہیں۔ جن لوگوں کو جسم کے اندر دایو کے مختلف استھان معلوم ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ کورم ایک دایو کا نام ہے۔ جو ناگ۔ کورم۔ کرکل۔ دیودت۔ دھننجے پرانوں میں سے ایک ہے۔ اور جو آنکھوں میں رہتا ہے۔ اور آنکھ کے ہی دوارا گربھ آشے میں پہنچے ہوئے ویریہ پہ اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ پرش پاکیا ہے۔ اس لئے کورم دایو کو ہی مصنف نے کچھپ اوتار ظاہر کیا ہے۔

(۵) ویدک اصول کے مطابق زیادہ سے زیادہ دس اولاد ہی پیدا کرنی چاہئیے اور یہاں بھی متھن کرنے سے دس ہی رتن نکالے ہیں۔

(۶) اشرف المخلوقات انسان ہی ہے۔ اس سے اعلیٰ رتن دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔

اب صرف یہ ثابت کرنا رہجاتا ہے کہ جو نام رتنوں کے بھاگوت نے لکھے ہیں وہ اولاد کے ہی نام ہیں۔ چونکہ اگر برہمن ہی برہمن دنیا کے ہر حصہ میں ہو جاویں اور دوسرے ورن کھشتری۔ ویش۔ شودر نہ ہوں تو سوسائٹی کے انتظام میں نقص حائل ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی صرف کشتری ہونے سے وعلیٰ ہذا صرف ویش اور صرف شودر ہونے سے ہی نقص رہجاتا ہے۔ اس لئے عام اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری ہے۔ کہ اولاد تمام اقسام برہمن۔ کشتری۔ ویشیہ او شودر بنائے جاوے۔ اور چاروں ورنوں کے پرشوں کے لئے چاروں ورن کی استریاں یعنی برہمن کے لئے۔ کشتری کے لئے۔ ویشیہ کے لئے۔ اور شودر کے لئے پیدا و مہیا کی جاویں۔

امرکوش صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ وینکٹیشور پریس پر ویشیہ کے نام اُورویہ[1]۔ اُرجا[2]۔ اربہ دیشیا[3]۔ بھومی سپرشو۔ لبش[6] لکھے ہیں گویا لبش۔ ویشیہ کا مترادف ہے۔ ویش کے معنی سرو تر پرویش کرنے ہارا ہیں۔ چونکہ یہ ہی پہاڑوں کی چوٹی

سمندروں کی گہرائی - ریگستان - برفستان - دشت وبیابان - کوہ - جنگل - دریا
خشکی - غرضیکہ ہر جگہ پر ہر ایک جگہ کی پیداوار مثلاً پہاڑوں سے ہر قسم کی معدنیات
لعل - ہیرا - نیلم - پکھراج - ہر قسم کی بوٹیاں - نباتات - سمندروں سے موتی
مونگہ وغیرہ - اسی طرح دشت وبیابان سے بھی جو چیز جہاں سے میسر آتی ہے
حاصل کرکے ان اشیاء کو اُس جگہ جہاں وہ نہیں ہوتی ہیں پہنچاتے ہیں - اسلئے
وہ سمرتی پر دیش کرنے والا ہیں - اور اُنکی استری ویشیا (वैश्या)
کہلانے کے مستحق ہے - مگر نادان اور جاہلوں نے رنڈی اور کنجریوں کو صرف
اس وجہ پر کہ وہ بلالحاظ قوم وملت صرف روپیہ کی خواہش پر ہر شخص کے پاس
چلی جاتی ہے - بیشیا (वेश्या रंडी) یعنی اپنے بیس سنگار خوبصورتی کو
بیچنے والی لفظ سے پکارنے لگے ہیں - دراصل وہ لفظ ویشیا ویشیہ ورن کی استری
کے لئے وہاں آیا ہے - نہ کہ بیشیا اِس لئے بش سے مراد ویشیہ پرش سے ہے اور ریکھا
نام استری ویشیہ کی استری سے مراد ہے - اور پارجات نام درخت سے مراد
صاحب علم ودانش برہمن پرش سے ہے اور کامدھینو گئو - گئو کے معنی بانی کے
ہیں اور سرسوتی ہی کامدھینو گئو کا دوسرا نام ہے - جو برہمن کی استری سے مراد
ہے - اور اوچیہ شروا نام گھوڑا یا بالفاظ دیگر جو سپت مکھا گھوڑا یعنی سوریہ
سمان پرکاشمان سے مراد کشتری سے ہے - اور کنیا روپ بارنی کشتری ورن
کی استری سے مراد ہے - اور ایراوت ہاتھی سفید رنگ چار دانت والا شودر
سے مراد ہے اور لکشمی جی شودر کی استری سے مراد ہے - جو اولاد برہمن - کشتری
ویشیہ - شودر اور انکی استریاں پیدا کیجاوینگی - وہ سب دنیاوی کام کرتے ہوئے
دیوتاؤں کے ہی طرفدار ہونگے - اسروں کا حامی انہیں کوئی بھی نہ ہوگا - اسر
کے لئے برہمن سزا کا فتویٰ جاری کرتا ہے - کشتری سزا دیتا ہے - ویشیہ اور
شودر بھی اُس کی مخالفت کا ہی دم بھرتے ہیں - لیکن اگر کوئی ایسی طاقت ہے
کہ جو دیو اور اسر سب کو ایک نگاہ سے دیکھتی ہے - تو وہ صرف ایک ہی شکتی
دھنونتری کی ہے - جو بلالحاظ دیوتا واسر سب سے یکساں محبت کا اظہار کرتی

ہے۔ مثلاً ایک شخص آسری بھاؤ والا اپنے پاپ کرم کا نتیجہ بصورت آتشک و سوزاک وغیرہ گھرنت بیماری میں مُبتلا ہو کر بھوگ رہا ہے۔ ایسا پاپی پرش۔ برہمن کشتری ویشیہ۔ شودر کے لئے قابل نفرت ہے۔ مگر دھنونتری یعنی وید۔ حکیم طبیب اس سے نفرت نہیں کرتا ہے۔ بلکہ نہایت جانفشانی سے مشغول ہو کر اُس کے آرام کرنے کے درپے ہو کر کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتا۔ دھنونتری مہاراج کے لئے استری بھی گوستمبہ من خاصیت والی ہونی چاہئے۔ گوستمبہ من سے مراد ریڈیم جیسی دھات ہے جو ہزاروں اقسام کی بیماریوں کو دُور کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔ اس سے اولاد ہیں۔ دھنونتری داس کے لئے استری بھی ہونی چاہئے۔ یعنی سوسائٹی کا ہر شخص اگر دس اولاد کرنا چاہے تو مفصلہ بالا خیالات کی پابندی کرے۔ برہمن کے لئے استری بھی ودوان یا بالفاظ دیگر سرستی (ودیا جسم) ہی ہونی چاہئے۔ اور کشتری کے لئے استری بھی بہادر۔ شانت بھاؤ ہونی چاہئے اور ویشیہ کی استری سردی گرمی جھیلنے والی اور ہر مقام پر جانے والی ہونی چاہئے۔ اور شودر کی استری جفاکش محنتی ہونی چاہئے۔ غرضیکہ استری پُرش کے گُن کو بھی اہم پلہ ہونی چاہئے۔ شاید بعض صاحب کو یہ شک ہوا ہو کہ یہ تمام خیالات کتھا کے برخلاف ہیں۔ بلکہ ہندو دھرم اور پرانک خیالات کے بھی خلاف ہیں۔ پرانوں میں اور خاصکر اس کتھا میں لکشمی شوجی کو دیا گیا۔ اور بعض رتن دیوتاؤں کو بعض اسروں کو دیا گیا۔ اسپر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی۔ اور لکشمی جی بے کنٹھ کو دی گئی۔ اور عام طور پر بھی لکشمی دیشیہ یا ویشیہ کی استری ہے۔ اور مضمون بالا میں شودر کی استری ظاہر کی گئی ہے اور سرستی کو برہما کی استری بتلایا جاتا ہے۔ اور مضمون میں استری ظاہر کیا گیا ہے اسکی بابت صرف اتنی لکھنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں کہ شو سے مراد راجہ ہے۔ اور وہی راجہ خوش و خورم رہیگا جو ویشیہ ورن کے لوگوں کو محبت و پیار سے اپنے گلے لگاتا رہیگا۔ ویشیہ ورن پر ہی سب ورنوں کا انحصار ہے۔ انہیں خیالات سے موثر ہو کر ہماری گورنمنٹ بھی قانون انتقال اراضیات وغیرہ آئے دن جاری کرتی رہتی ہے۔ جس سے ویشیہ ورن خوشحال ہے۔ کا دھنو گمنو فی الواقعہ سرستی

ہی ہے۔ اور اس کتھا میں جہاں برہما کی پتری سرستی کو بتلایا ہے وہاں چونکہ ودیا برہم سے پیدا ہوتی ہے۔ اس خیال سے پتری النکار روپ میں تحریر کر دیا مگر برہمن اگر سچے دل سے کسی پر عاشق ہے۔ تو وہ ودیا (سرستی) ہی ہے۔ اس کتھا میں بھی سرستی پر عاشق ہونا برہما کا تحریر ہے۔

اوچہ شروا نام گھوڑا (کشتری) اسروں کو دیا گیا۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ راجہ میں خود غرضی ضرور رہتی ہے۔ وہ اسری بھاو کا شکار رہتا ہے۔ بقول شخصے

ہفت اقلیم ار بگیرد بادشاہ ۔ ہمچناں در بند اقلیم دگر

ایراوت ہاتھی (شودر) بھی دیوتا بھاو ہے۔ جو اس گئے گزرے زمانے میں بھی اپنی ڈیوٹی سے علیحدہ نہیں ہوا ہے۔ جہاں دیگر ورن اپنے اپنے کرم سے گر گئے ہیں۔ ایسے ہی پارجات نام (برہمن) کو اسروں کو دیا گیا تحریر کیا ہے ہم اسکو یوں ہی ظاہر کر سکتے ہیں کہ راجہ اور برہمن کو زیادہ سے اپنا اسروں کو سنوارنے میں خرچ کرنا چاہئے۔ یعنی اپنی طاقت اسروں پہ خرچ کرنی چاہئے۔ غرضیکہ پرانوں میں آسان بات کو بھی مشکل صورت میں ظاہر کر کے حل طلب مشکل معمہ کر دیا گیا ہے۔ اور جہاں برہمن ودیا کا شیدا ہے۔ اور کشتری بہادری کا متوالا ہے اور ویش لیش کا بھوکا ہے۔ وہاں شودر محض مبلغ علیہ السلام لکشمی کا ہی دل سے عاشق ہے۔

ہمارے لئے اس کتھا سے صرف ایک نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے کہ مترادف الفاظ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر پرانکوں نے کہانیاں گھڑ لی ہیں۔

باقی آئندہ

(شادی رام آریہ پانی پتی)

مانس بھکشنا یعنی گوشت خوری کے موافق اور مخالف پہلوؤں پر سرسری نظر

از

(شرمان برہمچاری بیدوت گروکل کانگڑی)

(گزشتہ سے پیوستہ)

کیونکہ ویدوں کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر ایک چیز جو دنیا میں ہوسکتی ہے اُس کے گن دوشوں کی توضیح کریں۔ ویدوں نے اپنے گرنتھوں میں جہاں تک اُنکا قیاس پہنچ سکا ہے۔ بالعموم سب اشیائے کے گن دوش بتاتے ہوئے جسم پر بھی اِس کے اثرات کا ذکر کیا ہے۔ اگر ویدک گرنتھوں سے گن دوش کے ذکر کرنے سے ہی کسی چیز کا کھانا جائیز و ناجائیز ثابت ہوجاتا تو کئی اشیاء دنیا میں ایسی بھی ہیں جنکو اکثر دُنیا میں کوئی کھانے کے قابل نہیں سمجھتا۔ لیکن ان کے گن دوش کا بھی تذکرہ ویدک شاستروں میں کیا گیا ہے اس سے کیا ہم اِن اشیاء کو بھی کھانے کے قابل سمجھ لیں۔ مثلاً سُشرت کے ۴۵ ادھیائے میں لکھا ہے:-

ओषैं भ्रं कारभं मूत्रं मानषं तुवि षापह्रं म

یعنی اونٹ کا موت جزام پیٹ کی بیماریاں اور والیو روگ کو ناش کرتا ہے بواسیر کو بھی دُور کرتا ہے۔ اور انسان کا پیشاب ناد زہر۔ تو کیا اونٹ اور انسان کا پیشاب

ویدک گرنتھوں میں تو انسان کے گوشت کے گن بھی لکھے ہیں تو کیا انسان کو
ہم ایک دوسرے کو مار کر کھا لینا چاہئے ۔ لیکن اس مل موتر اور انسان کے
گوشت وغیرہ کو بھی کھانے کے لئے جائز نہیں مان سکتے ۔ اسی طرح مانس کے
گن دوشوں پر خیال کرنے سے ہم اسے کھانے کے لئے جائز نہیں ٹھیرا سکتے ۔
انسان کسی جانور کو اور اُس کے مانس کو اسوقت دیکھتے ہی نہیں پہچان سکتا
کہ یہ جانور بیمار ہے یا تندرست ۔ اگر کسی بیمار جانور کا گوشت لاعلمی سے گوشت
خور انسان کھا جائے تو اسے بھی کئی بیماریوں کے آجانے کا امکان رہتا ہے
لیکن صرف امکان ہی نہیں بلکہ در اصل اس طرح بیماری لگ بھی جاتی ہے جبکہ
ہم قیاس سے اور ڈاکٹروں کے اقوال سے یہ جانتے ہیں کہ بیمار گائے کا دودھ
پینے سے ہی آدمی بیمار ہو جاتا ہے تو ہم اسے کب ممکن خیال کر سکتے ہیں کہ ایک
بیمار جانور کے مانس کے کھانے سے انسان بیمار نہ ہو جاویگا ۔

امریکہ کا ڈاکٹر جے ۔ ایچ کلہونگ صاحب ایم ۔ ڈی وغیرہ کئی علم طب کے ماہران
کی رائے ہے کہ گوشت خوروں کو اگر دستوں کی بیماری ہو جاوے تو ان میں فیصدی
ایک موت کے منہ سے بچتا ہے ۔ ورنہ ۹۹ فیصدی ضرور ملک الموت کا لقمہ بنتے
ہیں لیکن سبزی خور اکثر ان بیماریوں سے بچ نکلتے ہیں ۔ اس طرح زخم وغیرہ
سے بیمار انسانوں کے لئے مانس سے پرہیز لکھا ہے تب ہم پوچھتے ہیں کہ مانس
کھانے میں فائدہ ہی کیا ہے سبزی وغیرہ ہی کیوں نہ کھائیں ۔ گوشت خوروں
کی زبردست دلیل یہ ہے کہ گوشت کھانے سے طاقت زور اور عقل کی زیادتی
ہوتی ہے ۔

مغربی فلاسفر ہربرٹ سپنسر بھی یہی مانتے ہیں لیکن یہ تو ہم آگے چلکر دکھلائیں
گے کہ ایک مشہور ڈاکٹر اہنی کے ممبا ۔ کے رہنے والے گوشت خوری کے متعلق
کیا کہتے ہیں ۔ لیکن تو بھی یہاں یہ کہدینا ضروری معلوم دیتا ہے کہ گوشت خور
یہ نہیں سوچتے کہ جب دنیا میں کئی چیزیں موجود ہیں جو مانس سے بھی کئی گنا بڑھ
کر طاقت رکھنے والی ہیں ۔ اور جن کے کھانے سے نقصان کا امکان بھی نہیں انکو

چھوڑ کر ضرر رساں ماس کو کیوں کھایا جاوے - کیونکہ سشرت کے مصنف
سب کے مفید کھانے کے لایق اشیا کی گنتی کرتے ہوئے حسب ذیل لکھتے ہیں۔

तत्रैकान्त हितानि जातिसात्म्यात्सलिल घृत
दुग्धौदन प्रभृतीनि ॥

یعنی گھی دودہ چاول گیہوں اور مونگ اُرڈ وغیرہ اشیاء انسان
کی طبائع کے مطابق سب کے لئے مفید ہوتی ہیں - ان اشیاء کی گنتی میں ماس کا
نام نہیں آیا - بلکہ ضرر رساں اشیاء میں اسکی گنتی ہے - لہذا ضرر رساں ماس کا
کھانا چھوڑ کر دودہ وغیرہ اچھی اشیاء کا ہی کھانا مناسب ہو - راج بلبھ کے
مصنف اپنی کتاب میں اس طرح لکھتے ہیں -

अन्नादष्ट गुणं पिष्टं पिष्टादष्ट गुणंपयः
पयसोऽष्ट गुणं मांसं मांसादष्ट गुणंघृतम्
घृतादष्ट गुणं तैलम् --- इत्यादि

یعنی ان سے آٹھ گنا پیسی ہوئی اشیاء اور پیسی ہوئی اشیاء سے آٹھ گنا دودہ
دودہ کی نسبت ۸ گنا ماس لیکن ماس کے گنوں سے بھی بڑھکر ۸ گنا گن رکھنے
والا گھی - اور گھی سے بھی ۸ گنا تیل ہے - اس لئے جب ماس کی نسبت گھی میں
زیادہ طاقت ہو - تب ہنسا سے حاصل ہونیوالے ماس کا کھانا مناسب نہیں
معلوم ہوتا - اور ماس کے جتنے گن بتلائے گئے ہیں - ان میں سے ایک بھی
ایسا نہیں جس سے پتہ لگے کہ ماس کے کھانے سے ساتوک بھاودں کا خیال
پیدا ہوتا ہے بلکہ گھی کھانے سے عقل صاف ہوتی ہو - اور اس میں زیادتی
ہوتی ہے - لیکن گھی کو چھوڑ کر صرف جسمانی طاقت کے لئے جو ایک معمولی اور
حیوانی جذبہ ہے - ماس کا کھانا مناسب نہیں - اور یہ دلیل بدیں وجہ غلط
ہے کہ ماس کھانے والے جانور طاقتور ہوتے ہیں - بہ نسبت نہ ماس کھانیوالے

گے - جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہاتھی اور گینڈا وغیرہ کئی سبزی خور جانور ایسے ہیں جن کے سامنے گوشت خور شیر بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا - سپنسر صاحب کا یہ فرمانا کہ گوشت خور انگریز ہندوؤں کی نسبت عقل اور طاقت میں بہت زیادہ ہیں - اس لئے ماس کھانا مفید ہے - موجودہ زمانہ میں آریہ جاتی کی بدقسمتی کی وجہ سے تھوڑے وقت کے لئے درست ہو - لیکن ہم کہیں گے کہ بالعموم چاول پر گزارہ کرنے والے جاپانیوں نے راکششوں کی طرح ماس کھانے والے روسیوں کو شکست دیکر سپنسر صاحب کے قول کو غلط ثابت کر دکھایا ہے - اس لئے یہ بھی جلدی جلدی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ گوشت خور طاقتور ہوتے ہیں - اور سبزی خور کمزور کیونکہ بہت سی مثالیں اس کے برعکس ملتی ہیں -

موجودہ زمانہ کی ماس کھانے میں کثرت رائے بھی اس بات کو ثابت نہیں کرسکتی کہ ماس کھانا جائز ہے - کیونکہ موجودہ زمانہ کے ڈاکٹروں میں اس مضمون کے متعلق خصوصاً اتفاق رائے ہے - چند سال قبل ازیں ہر ایک مغربی ڈاکٹر گوشت خوری کے ہزاروں فوائد بتلاتے تھے - ان کا قول تھا کہ گوشت خوری کے بغیر انسان کا زندہ رہنا ہی محال ہے - لیکن آج وہ زمانہ نہیں رہا - موجودہ زمانہ کی لہر بھی اور طرف بہ رہی ہے - امریکہ میں بہت سے اشخاص پیدا ہو رہے ہیں جو ماس کھانا خلاف قدرت اور قابل نفرت سمجھتے ہیں اور دیگر اشخاص کو بھی اس مذموم فعل سے روکتے ہیں - مغربی عالموں کی رائے اب بدل رہی ہیں - مشہور ڈاکٹر ہیگ کا یہ زبردست خیال ہے کہ جب انسان کھانے کے لائق چیزوں کو کھاتے ہیں تو کھائی ہوئی چیزیں انسان کے جسم میں جاکر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں - ایک حصہ جسم کے نشوونما میں کام آتا ہے - دوسرا حصہ جسے فضلا کہنا چاہیے - بل روپ سے باہر نکل جاتا ہے - انسان کے جسم میں ہر وقت تنزل اور ترقی یعنی ایک قسم کی مرمت ہوتی رہتی ہے - قابل خوراک اشیاء کا نشوونما کرنے والا حصہ انسان کے جسم کا حصہ بن جاتا ہے - اور ناپاک اور زہریلی اشیاء جنمیں زیادہ حصہ یورک ایسڈ

کا ہے۔ پیاس اور پسینہ وغیرہ کے ذریعہ انسان کے جسم سے باہر نکلتا رہتا ہے۔ زندہ انسانی جسم میں جتنا یورک ایسڈ پیدا ہوتا ہے اسکو جسم سے باہر کر دینے کے لئے پرماتما نے قدرتاً ذرائع دیئے ہوئے ہیں۔ لیکن مردہ کا مانس جس میں زہریلی اشیاء جن کا خاص حصہ یورک ایسڈ ہے کے کھانے سے جو شخص اپنے جسم میں یورک کے حصہ کو زیادہ دھارن کرتے ہیں وہ یورک ایسڈ جسم کے مختلف مقامات میں اکٹھی ہو کر مختلف بیماریاں پیدا کرتی ہے۔ مثلاً (۱) ڈایابیٹیز (ذیابطیس) (۲) مرگی (۳) روماٹیزم (گٹھیا) وغیرہ (۴) پیشاب کی بیماریاں (۵) جگر کی مختلف بیماریاں ڈاکٹر ہیگ کا تو یہ فرماتا ہے کہ اکثر تمام بیماریاں اسی یورک ایسڈ کی زیادتی سے ہی ہوتی ہیں۔ اور اکثر موجودہ زمانہ کے دنیا کا چوتھائی حصہ ڈاکٹر ہیگ کے خیالات کا ساتھی بن رہا ہے لہذا مانس جب سب روگوں کا گھر اور یہ بڑھاپے کی جگہ ویریہ ناش کرنے والا ہے۔ تو اس کو کیوں کھانا چاہئے۔ لہذا موجودہ زمانہ کی تاریخ بھی ہمیں بتلا رہی ہے کہ اکثر انسانوں کی طبیعت اب مانس کو چھوڑنے کی طرف ہو رہی ہے نہ کہ مانس کھانے کی طرف ہمیں اُمید ہے کہ ایسا مبارک دن جلد ہی آوے گا جبکہ ہمیں سنہری خور ہی سنہری خور دنیا میں پھرتے ہوئے دکھائی پڑیں گے اور مانس کھانے والوں کا نام ہی نہ رہیگا۔ لہذا ان دلائل سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مانس نہ کھانا چاہئے۔ لیکن قابل غور امر اب یہ ہے کہ جب مانس ابھکش ہے تو منو وغیرہ دھرم شاستروں کے مصنفوں نے اِسکے کھانے کی کیوں اجازت دی ہمارے خیال میں

नमांस भक्षणे दोषो न मद्ये न च मैथुने ॥

وغیرہ شلوک جو منوسمرتی میں مانس بھکشن کے حق میں پیش کئے جاتے ہیں۔ دراصل مہابھارت کے منشاء کے بالکل برخلاف ہیں کیونکہ منو مہاراج منوسمرتی کی پانچویں ادھیائے میں ہی لکھے ہیں:-

समुत्पत्तिं च मांसस्य वधबन्धौ च देहिनाम्।
प्रसमीक्ष्य निवर्तेत सर्वमांसस्य भक्षणात्॥

योऽहिंसकानि भूतानि हिनस्त्यात्मसुखेच्छया
स जीवंश्च मृतश्चैव न क्वचित्सुखमेधते॥

नाकृत्वा प्राणिनां हिंसां मांसमुत्पद्यते क्वचित्
न च प्राणिवधः स्वर्ग्यस्तस्मान्मांसं विवर्जयेत्॥

अनुमन्ता विशसिता निहन्ता क्रयविक्रयी
संस्कर्ता चोपहर्ता च खादकश्चेति घातकाः॥

یعنی مانس پرانیوں کو قتل کرنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اِس لئے مانس کی
پیدائیش پر ہی وچار کر کے منشوں کو مانس کھانا چھوڑ دینا چاہئیے۔ جو منش اہنسک
گائے۔ بکری وغیرہ جانداروں کی ہنسا اپنی لذت اور پیٹ بھرنے کے لئے کرتا
ہے۔ وہ خود غرض انسان زندہ رہکر اور مر کر بھی کہیں سکھ کو حاصل نہیں کرتا۔
پرانیوں کو قتل کرنے کے بغیر مانس پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ اور پرانیوں کا قتل کرنا ایک
بڑا نیچ کرم ہے۔ اِس لئے مانس کھانا چھوڑ دینا چاہئیے۔ یاد رکھنا چاہئیے کہ صرف
گوشت خور ہی قاتل نہیں کہلاتا۔ بلکہ پرانی کو مارنے میں رائے دینے والا بھی
اُس کے اعضا کو کاٹنے والا۔ پکانے والا۔ کھانے والا۔ بیچنے والا۔ خریدنے والا
سب قاتل ہوتے ہیں۔ اِس لئے مانس نہیں کھانا چاہئیے۔ اِس طرح مانس کھانے
کی سخت مخالفت کرتے ہوئے منو مہاراج اپنے مکھ سے ہی مانس کھانے کی
اجازت کیسے دے سکتے تھے۔ وہ گیارہویں ادھیائے میں پھر فرماتے ہیں:-

यक्षरक्षः पिशाचान्नं मद्यं मांसं सुरासवम्
तद्ब्राह्मणेन नात्तव्यं देवानामश्नता हविः॥

یعنی یہ مانس کا کھانا شراب کا پینا راکششوں اور پشاچوں کا کام ہے۔ براہمنوں
کے لئے جو [illegible]

مالش کا سیون نہیں کرنا چاہیئے۔
لفظ ہوتی سے شت پتھ براہمن کے بموجب گھی۔ دودھ۔ چاول ہی پدارتھ لینے چاہیئے۔ اس سے یہ بھی معلوم دیتا ہے کہ دیوتاؤں کے لئے ہوی کے بہانہ سے مانس ڈالنے کا طریقہ بھی نیا ہے پورانا نہیں۔
اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مانس کی تائید کے شلوک کسی وام مارگی دہورت منے ہی منوسمرتی میں ملا دئیے ہیں۔ اگر کوئی پانینی اور پاتنجلی منی کے مندرجہ بالا وچنوں سے مانس کا بھکشن سِدھ کرنا چاہے تو بھی ہمارے وچار میں وہ اپنے دلی مقصد کو سِدھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ پانینی کا گوگھن شبد کو سِدھ کر دینا مانس بھکشن میں کوئی پرمان نہیں ہو سکتا۔ پانینی دھرم شاستر کے بنانے والے نہیں تھے۔ بلکہ وہ ویاکرن کے آچاریہ ہوئے ہیں
ویاکرن میں پرچلت بھاشا کے سب الفاظ کی پیدائش اُس بھاشا کے بنانے والوں کو دکھلانی ہی پڑتی ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ گوگھن شبد کی سدھی کرنے سے پانینی منی کے زمانہ میں گوگھن لفظ عام طور پر مستعمل ضرور تھا۔ اور الفاظ چونکہ معانی کا مظہر ہوتے ہیں۔ اسلئے گوگھن لفظ سے اتتھی کے سواگت کے لئے گائے کا مانس دینا بھی اسوقت رائج تھا یعنی گو مانس کھایا جاتا تھا لیکن یہاں بھی قابل غور امر یہ ہے کہ پانینی منی کس زمانہ میں ہوئے۔ پانینی منی کا زمانہ جتلاتے ہوئے۔

"गवि प्रांधिभ्यां स्थिरः" "वासुदेवार्जुनाभ्यां वुन्"
"एजेः खश्" आदि

وغیرہ سوتروں سے جس سے یدھشٹر واسودیو ارجن اور جنمیجے وغیرہ نام سِدھ کئے جاتے ہیں مشہور ودوان ستیہ برت ساماشرمی جی پانینی کا زمانہ پریکشت کے پُتر جنمیجے سے ۳۰۰ برس بعد کا جتلاتے ہیں۔ اگر اسپر وشواس کیا جائے۔ اور کرنا بھی چاہیئے تو یہی ثابت ہوگا۔ کہ مہابھارت کے وقت

بھارت ورش میں مانس کا پرچار تھا - لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں - بلکہ اسکو
تو ہم خود ہی مانتے ہیں کہ مہابھارت کے وقت سے کچھ صدیوں پیشتر آریہ
جاتی گرنے لگ گئی تھی - اور ان عیوب نے بھی آریہ جاتی کو آن گھیرا تھا -
اب ہم اپنے ان بھائیوں کے لئے جنکی پرانوں پر بڑی شردھا ہی پرانوں
سے ہی اس مضمون کے متعلق پرمان دینا چاہتے ہیں - جن سے ثابت ہوگا
کہ دراصل پران بھی مانس بھکشن کا اپدیش نہیں دیتے - پرانوں میں بھی اہنسا دھرم
کا ویسا ہی اپدیش دیا گیا ہے - جس قسم کا دیگر دھرم گرنتھوں میں -
شری مد بھاگوت پران کے پانچویں سکندھ میں اس طرح لکھا ہی :-

"ये त्विह वै पुरुष मेधेन यजन्ते
या श्चस्त्रिय:
नृपशून् खादन्ति तांश्च ताश्च : ते पशवो
इह निहता यम सदने यातयन्तो रक्षोगणा:
सौनिका इव स्वधितिना वदायासृक पिबन्तीति"

یعنی جو پرش اس سنسار میں نرمیدھ یگیہ کو کرتے اور جو استریاں دیگر جانوروں
کو کھاتی ہیں - وہی پرانی ان پرشوں اور استریوں کے مرجانے کے بعد ان کو
کھاتے ہیں - اس لئے جملہ انسانوں کے لئے ضروری ہی کہ وہ مانس کو کبھی
نہ کھاویں - برہم ویورت پرکرتی کھنڈ کے ۲۷ ویں ادھیائے میں لکھا ہی :-

लोभात स्वभक्षणार्थाय जीविनं हन्ति यो
नरः ॥ मज्जाकुण्डे वसेत्सोऽपि तद्भोजी
लक्षवर्षकम् ॥ ततो भवेत्स शशको मीनश्च
सप्त जन्मसु । तृणादयश्च कर्मभ्यस्ततो
शुद्धिं लभेद्ध्रुवम् ॥

یعنی جو انسان لالچ سے اپنی خودغرضی کے لئے دیگر جانوروں کو قتل کرتا

ہے۔ وہ ضرور ہی بہت عرصہ کے لئے خراب یونیوں کو حاصل کرتا ہے - اور
مختلف یونیوں میں اس پاپ کرم کا پھل بھوگ کر پھر انسانی قالب اختیار
کرتا ہے۔

نندی پوران میں لکھا ہے :-

यश्चोपदेशं कुरुते परस्य तु महात्मनः।
मांसस्य वर्जनफलं सोमांसादफलं लभेत्॥

یعنی منش جو دیگر منشوں کے لئے ماس نہ کھانے کا اپدیش کرتا ہے وہ
بہت زیادہ پھول اور پھل حاصل کرتا ہے۔

بھوشیہ پوران میں لکھا ہے

आमिषरक्त शाकं तु यो भुङ्क्ते रवेर्दिने।
सप्तजन्म भवेत्कुष्ठी दरिद्रश्चोपजायते॥

یعنی جو شخص آتوار کے دن ماس کھاتا ہے وہ سات جنم تک برابر جذامی رہتا
ہے۔ اور اس جنم میں بھی مفلس ہو کر دکھ بھوگتا ہے۔ مہابھارت جو سب پورانوں
کا بھی مہا پوران ہے۔ اس میں ویاس کہتے ہیں:-

रोगार्तो ऽप्यर्थितो वापि यो मांसं नात्त्यलो
लुपः। फलमाप्नोतियत्नेन सोऽश्वमेधशतस्य
च॥

یعنی اس منشیہ کو جو بہت زیادہ روگی ہونے پر بھی دوائی کے طور پر اور زبان کے
چسکے میں پڑ کر ماس بھکشن نہیں کرتا اشلو وہی پھل ہوتا ہے جو پھل سو بار اشومیدھ
یگیہ کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے - اور شانتی پرب ادھیائے ۱۱۱ میں ویاس
لکھتے ہیں :-

अमांसादी सदा च स्यात् पवित्रश्चसदाभवेत्।

अमृताशी सदावस्था देवताऽतिथि पूजक ॥ ६ ॥

یہ سب واکیہ صاف بتلا رہے ہیں کہ مانس بھکشن قابل نفرت ہے۔
اس طرح پورانوں سے بھی مانس بھکشن کا کھنڈن دکھلا کر اب ہم اپنشد اور
سنت پتھ براہمن کے اس واکیہ پر آتے ہیں۔ جس میں اُتم سنتان اُتپن کرنے کے
لئے بیل اور بچھڑے کے مانس کو چاولوں کے ساتھ ملا کر گھی سے چھڑک کر
کھانے کا اُپدیش ماتا پتا کو کیا گیا ہے۔

अथ य इच्छेदित्यादि

بریہدارنیک اُپنشد واکیہ کا بھاشیہ کرتے ہوئے پنڈت شیو شنکر جی کاویہ تیرتھ
لکھتے ہیں۔ اس اوپنشد واکیہ میں جو (मासौदन) پاٹھ آیا ہے۔ وہ دراصل
ٹھیک نہیں۔ اسکی جگہ (माषौदन) پاٹھ چاہیئے۔ اس کے لئے آپ یکتی
دیتے ہیں کہ اسی اوپنشد کے چھٹے ادھیائے کے تیسرے براہمن میں تری
منتھ کرم کے لئے اس قسم کے ان گنائے گئے ہیں۔ مثلاً بریہی۔ جو۔ ماش
تل اَنو۔ پرینگو۔ گودھوم۔ مسور۔ کھلو۔ اور کھل کل۔ یہاں پر ہم دیکھتے
ہیں کہ تل شبد کے بعد ماش لفظ آیا ہے۔ اسی طرح (तिलौदन) کے بعد
(माषौदन) آنا چاہیئے تھا۔ اس لئے یہ (मासौदन) پاٹھ کسی
مانس سے محبت رکھنے والے پنڈت کی کارستانی معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے خیال میں
پنڈت جی نے قیاس تو خوب دوڑایا ہے۔ مگر کبھی نے پاٹھ کی ملاوٹ کی جگہ ہیں تو
یہاں کا سارا پاٹھ ہی ملاوٹ معلوم دیتا ہے۔ کیونکہ اس واکیہ میں چاروں ویدوں
کے جاننے والے پتر کی خواہش کی گئی ہے۔ لیکن اوپنشدوں میں وید تری ہی مشہور
ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ پہلے ایک وید پھر دو وید اور پھر تین ویدوں کے
جاننے والے پتر کا ذکر کرکے پتری کا بھی ورنن کر چکنے پر پھر چار وید جاننے والے
پتر کا ذکر بھی تین وید جاننے والے پتر کے ذکر کے ساتھ ہی ہونا چاہیئے تھا۔ علاوہ ازیں
پھر پتری کا ذکر آنا چاہیئے تھا۔ لیکن یہاں پر مضمون کی خلاف ورزی نظر آتی

ہے۔ اس لئے منظور کرنا پڑتا ہے کہ یہ واکیہ وہ اصل اوپنشد واکیہ نہیں بلکہ
پیچھے کی ملاوٹ ہے۔ اگرچہ راج نگھنٹو کے کہنے کے موجب اگرہیاپنر
لفظ سے خاص دوائی کا گرہن کر لیا جاوے۔ تو مطلب حل ہو جاویگا۔ پھر بھی
ایک مشکل فرضی خیال کی نسبت صاف قیاس کا سہارا لینا ہی مناسب معلوم دیتا
ہے۔ اس لئے یہ اوپنشد واکیہ بھی مانس بھکشن میں پرمان نہیں بلکہ برخلاف ہی
شت پتھ براہمن کے تیسرے کانڈ کے ۲۱ ویں انوواک کے پہلے ادھیائے
کے دوسرے براہمن میں ہم اس طرح لکھا ہوا پاتے ہیں۔

"स धेन्वै चानडुहश्च नाश्नीयाद् धेन्वन
डुहौ वा इदं सर्वं बिभृतः" इत्यादि

جس کا مطلب یہ ہے کہ گائے اور بیل وغیرہ ہی اس سنسار کے پالک ہیں
اسلئے ان کو مار کر نہیں کھانا چاہیئے۔

حمد باری

(از جناب اختر۔ جودھپوری)

کریں حمد و ثنا کیا تیری خالق | کہ ہے سب کا تو ہی معبود و رازق
تو ہی خلاق ہے ارض و سما کا | تو ہی رزاق ہے شاہ و گدا کا
تجھی سے رونقِ باغ جہاں ہے | تو ہی باغ جہاں کا باغباں ہے
ہر اک شے میں ہے تیرا ہی تجمل | شجر میں شاخ ہے اور شاخ میں گل
بہار آئی تو ہر گلشن میں آیا | تو ہر گل میں بہ رنگ بو سمایا
تجھی سے نور ہے شمس و قمر میں | حکومت تیری ہے بحر و بر میں
تو ہی مشکل کشائے بندگاں ہے | گنہ بخش تمامی عاصیاں ہے
تیری رحمت پہ سب کا آسرا ہے | تجھی سے سب کا حاصل مدعا ہے
کیا ہے سرو پر قمری کو مائل | کیا بلبل کو وصل گل سے خوشدل
کہاں تک فضل کا تیرے بیاں ہو | ثنا گر کیا یہ کلک دو زباں ہو

شدھ سنکلپ

از

شریمان مہاشہ درگا پرشاد مہا نیو لوہسی مصنف عظمت الہی ناول لائین وغیرہ

باب پہلا

روزگار کی تلاش

منگسر کا مہینا تھا۔ سردی نے حیوانوں اور انسانوں پر اپنا خوشنما اثر ڈالنے کے لئے ہاتھ پیر نکالنے شروع کر دئے تھے۔ رات کے نو بج چکے تھے بےفکرے آرام طلب لحاف اوڑھ کر اپنی خواب راحت میں غلطاں تھے۔ جن کو دین دنیا کی کچھ فکر اور خبر نہیں تھی۔ کھیل کے شوقین تاش گنجفہ کی کھیل میں مصروف تھے۔

مزدور اور بیوپاری جو دن بھر کام کرتے کرتے تھک گئے تھے اپنے گھروں میں داخل ہو گئے تھے۔ کہیں کہیں کسی دوکان پر پانچ چار لوگ قصہ کہانی کہہ کر اپنا دل بہلا رہے اور زمین آسمان کے قلابے ملا رہے تھے۔

اسی وقت میں جبکہ ایک بالاخانہ پر چار آدمی روزگار اور بیوپار کی باتیں کر رہے تھے۔ ایک آدمی ان میں اور شامل ہو گیا اور ان کے باہم یوں گفتگو شروع ہوئی۔

ایک۔ کہو لالہ بدھو مل کہاں سے آنا ہوا۔ آجکل گاؤں میں کیا سماچار ہیں۔

بدھو مل۔ لالہ جی گاؤں میں اچھے سماچار ہیں۔ پرماتما کی کرپا سے آپ جیسے لوگوں کے گھروں میں دھن دولت کی نہر جاری ہے۔ مگر ہم تو ایسے بدقسمت ہیں کہ اگر روپیہ پر ہاتھ ڈالتے ہیں ہماری بدقسمتی اسکو بھی کوئلہ بنا دیتی ہے۔

دیارام۔ یہ تو تم فضول باتیں کرتے ہو تمہارے جیسا جوان انسان دس کو کما کر کھلا سکتا ہے۔ مگر کمانے کے لئے ایمانداری کی ضرورت اور عقلمندی درکار ہے۔

رام لال۔ بھائی تمہارے حال پر افسوس ہے کہ بنئے کا بیٹا ہٹا کٹا جوان بے ساز و سامان بیکاری میں عمر بسر کرے اور پرماتما کے دئے ہوئے ہاتھ پیر اور عقل و تمیز کو بیکار رکھو کہ پرشارتھ ہین ہوکر مفلسی سے دس ۔ ر

بدھومل۔ دکھ سکھ اپنے بھاگوں کا بدلہ اور کرموں کا پھل ہے۔ پرشارتھ اور محنت بھی اس کے سامنے نکمے ہیں۔

دیارام۔ پرماتما نیاءکار منصف حقیقی ہیں جیسی کوئی محنت مزدوری کرتا ہے اسکو پھل ضرور ملتا ہے۔ داناؤں کا قول ہے دوہا۔

رام جھروکے بیٹھ کے سب کا مجرا لے
جیسی دیکھی چاکری ویسا اسکو دے

رام لال۔ آج ہم اسی بچار میں ہیں۔ کہ کچھ ایسی تدبیر سوچی جاوے اور سامان تلاش کئے جاویں جس سے ہم کو سفاداو پیارے بھائی بدھومل کے لئے روزگار کی سبیل ہو۔

دھنی رام۔ یہ کونسا معاملہ سنگین ہے۔ جسکی نسبت بحث و مباحثہ کیا جاوے ہمارا بہت سا مال داسادر ہو جاتا ہے اگر ہمارے بھائی جان بدھومل محنت سے کام کریں اور ہمارے مال کو دیانت اور ایمانداری سے بیچ لایا کریں۔ تو ہم اپنے منافع میں سے چہارم حصہ ان کو خوشی سے دیدیا کریں۔

دیارام۔ تجویز تو معقول ہے آپ کا مال انکی محنت اور جانفشانی انکی اوقات بسری کے لئے ایک اچھا مشغلہ اور عمدہ روزگار ہے۔

دھنی رام۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزگار نہیں ملتا میں کہتا ہوں کہ روزگار ان لوگوں کی تلاش میں گھومتا اور انکے قدم چومتا ہے۔ جو نیتا کے پیچھے اور ہمت کی پیچھے ہیں۔

رام لال۔ اجی ہماری قوم پر تو نیستی اور ادبار سوار ہے۔ کہ ہٹے کٹے نوجوان محنت

سے جان چراتے اور مزدوری سے بھاگتے ہیں۔ کام کرنیوالوں کو روزگار کی ہیں بھی کمی نہیں ہے۔

بدھو مل۔ اندھے کو کیا چاہئے آنکھیں۔ رہا دیانت اور ایمانداری اسمیں آپ مجھے آزما ہی لیں گے۔

اس تجویز سے بدھو مل خوش ہوگیا۔ وہ اپنی کامیابی اور آج کے وقت کو مبارک سمجھتا تھا۔ وہ دل میں کہتا تھا۔ کہ آج میں نے کسی نیک آدمی کا منہ دیکھا تھا۔ کہ جو میرا مقصد پورا ہوتا ہوا دکھائی دیا۔ اور بار بار یہ دوہا اسکی ورد زبان تھا:

نہیں ودیا نہیں باہو بل نہیں گرہ میں دام
مجھ سے نپٹ ادھین کی تم پت راکھو رام

(۳)
بدھو مل کا دولت رام سے ملکر مکاری کی ترغیب پانا

دولت رام جسکا مفصل حال اگلے باب میں لکھا جاویگا۔ اُسی قصبہ میں نامی ساہوکار تھا۔ بدھو مل جب بیکار تھا۔ اکثر دولت رام کے پاس اُٹھتا بیٹھتا اور غپ شپ اُڑایا کرتا اور دولت رام بھی اسکی حاضر باشی کو غنیمت سمجھتا اور وقتاً فوقتاً اُس سے مفت کی بیگار لیتا۔ چند روز کے بعد بدھو مل دولت رام کے مکان پر گیا۔ اور ان دونوں کے باہم یہ گفتگو ہوئی۔

دولت رام۔ کہئے بھائی صاحب آج تو بہت دنوں میں آپکے درشن ہوئے شاید بھولکر آپ ادھر آنکلے۔

بدھو مل۔ آپ تو مجھکو شرمندہ کرتے ہیں۔ دساور کے جانے اور مال کے لیجانے میں مجھ سے ضرور آپکے در دولت کی غیر حاضری ہوئی۔ جب میں بیکار اور خالی تھا ہر وقت آپ ہی کے پاس رہتا تھا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ نکمے بیٹھے رہنے سے کب گذارہ ہوسکتا ہے۔ میں زنڈ مونڈ تو ہوں نہیں۔ بیوی بچہ کا ساتھ ہے۔ یہی ضرورت ہے کہ جو مجھے کہیں کہیں لیجا رہی اور دربدر دھکے کھلا رہی ہے۔

دولت رام۔ آپکو پرمیشور کا دھنیہ واد کرنا چاہئے۔ گھر بیٹھے روزگار مل گیا۔

روپیکا بڑی چیز ہے۔ یار یہ تو بتاؤ کہ ماہواری کیا کچھ اوسط آمدنی پڑ جاتا ہے
بدھومل۔ ابجی آمدنی کیا پوچھتے ہو۔ میرا تو اس طریقہ پر نباہ ہونا مشکل ہے
دولت رام۔ بھائی تم تو باتیں بناتے ہو ایک دن وہ تھا ٹکا پاس نہیں تھا
کوئی چھدام کا اعتبار نہیں کرتا تھا۔ اب اس قدر تو ہو گیا کہ لوگ ہزاروں کا مال تمہارے
اعتبار پر باہر بھیجنے لگ گئے۔
بدھومل۔ اعتبار کی اچھی کہی۔ مال اسلیے ہر وقت اسی شبہ و شک میں رہتے ہیں۔ کہ
کہیں پاس سے دساور کے نرخ سے کچھ نرخ کم تو نہیں بتایا۔ اور تول میں تو کچھ نہیں اڑایا
دولت رام۔ بھائی بات تو یہ ہے کہ بیوپار ہو یا دوکانداری ایمانداری سب جگہ
اچھی ہے۔ لیکن آج کل ایمانداری کا وقت نہیں رہا۔ تم دیکھتے ہو کہ کل جو لوگ ناقدرے
تھے آج وہ مکاری کی بدولت ساہوکار ہو گئے۔ اور جنکی دوکان میں پچیس روپیہ کا اثاثہ
البیت نہیں تھا۔ آج انکی دوکان کا چٹھا چالیس ہزار کا ہو۔ جسکو ایمانداری کا زعم ہے
ان کو کوئی کوڑی کو نہیں پوچھتا ایسے لوگ برائے نام دوکان پر بیٹھے مکھی اڑاتے ہیں۔

ناظرین

آج کل دنیا میں زمانہ ساز اور خوشامدی لوگوں کی قدر ہے۔ بدھو بھی اگر زمانہ ساز
لوگوں کی مانند خوشامدی اور لالچی ہوتا۔ تو دولت رام جیسے ساہوکاروں کے کارخانہ
میں اسکو آٹھ سات روپیہ کی نوکری ملنی کچھ مشکل نہیں تھی۔ گو اسکی فرائج میں
دھوکے دہی اور بے ایمانی نہیں تھی۔ لیکن دولت رام نے بے ایمانی کی تصویر کو
بہت ہی خوبصورت بنا کر دکھائی اور دھوکے اور فریب کی تعریف ایسی طرز سے سنائی
جسے انکا دل اسی طرف مائل اور متوجہ ہو گیا اور دولت رام کی یہ باتیں سنکر وہ اپنے
دل میں کہنے لگا۔ کہ اسے زیادہ تمام گاؤں میں ہوشیار اور تجربہ کار کوئی نہیں ہے
بستی کے لوگ اکثر اسی کے کارخانہ میں آکر اپنے الجھے ہوئے معاملات اور پیچیدہ تنازعات
فیصل کرتے کراتے ہیں۔ مجھے بھی یہی مناسب ہے۔ کہ جو کچھ میں اچھا برا سیاہ یا سفید
کروں۔ اس میں اسکی رائے لوں۔ یہ سوچکر اسنے کہا۔
بدھومل۔ اب میں تو آپ سے اجازت لیتا ہوں۔ مظفر نگر جاؤں گا۔ اگر میں

بخیریت آگیا تو آپ سے ملوں گا۔ اور آپ ہی کی سہایتا سے میرا بیڑا پار ہوگا۔

(۳)

لالہ دولت رام کے طرز طریقہ کا مختصر بیان

دولت رام تمام قصبہ میں دولتمند اور صاحب حشمت تھا۔ قسم قسم کے بیوپار اور آمدنی کے بہت سے صیغے اس کے یہاں جاری تھے۔ غلہ کی تجارت۔ اینٹ چونہ اور تعمیرات کی لکڑی کا بیوپار باغوں کی پیداوار میوہ اور درختوں کی سوداگری۔ دوکان اور مکانات کا کرایہ ایسی آمدنی کو وہ معمولی اور حقیر سمجھتا تھا۔

آٹے اور چاول کی مشین روئی اوٹنے کے انجن۔ گنوں کے پیلنے کی چرخیاں دستاویزات کا سود در سود زمین کا لگان۔ نمبرداری کی رسوم ایسے نالشی کاموں کو وہ اپنی شایان شان اور باعث شہرت جانتا تھا۔

ان تمام صیغوں سے اسکو منافع کثیر تھا۔ تاہم اسکے من کو تسکین اور جی کو صبر نہیں تھا۔ اس کا دل رات دن کمائی کے نئے ذریعہ اور دولت کے جمع کرنے کے لئے نئے نئے ڈھنگ کی تلاش میں رہتا۔ اور اسکا ہر یک لحظہ ایسے ہی جوڑ توڑ اور ادھیڑ بن میں بسر ہوتا۔ اسکے دل میں دنیاوی مال و دولت کے مقابلہ میں دھرم کی کچھ محبت یا وقعت نہیں تھی اسکا خیال تھا۔ کہ دنیا میں تمام چمتکار اور روشنی دھن دولت کی ہے۔

علماؤں کے لکچر اور پنڈتوں کے اپدیش بھی وہ اپنے لالچی من کے پکش میں لے آتا۔ اور کہتا کہ دولت کی چاہ اور حشمت کی تمنا نے دیوتاؤں اور اوتاروں سے بھی جھوٹ بلوایا اور فریب کرایا۔ ستیہ وادی راجہ یدھشٹر نے اپنی فتحیابی کے لالچ میں مہابھارت کے میدان کارزار میں جھوٹ بولا۔

اس کا حوصلہ اور اخلاق اور مروت اور اشفاق انہیں لوگوں کے کام آتا اور اسکا دان پن انہیں کو فیض پہونچاتا کہ جو اپنے اغوا اور اشتعالک سے سیدھے سادے قرب جوار کے لوگوں کو اس کے دام قرض میں لاکر پھنساتے اور من مانا سود دلاکر رقمہ

اور تمسک لکھواتے اور ضرورت کے وقت عدالت میں گواہ بنجاتے۔

اُسکا میل جول عیّار اور چالاک لوگوں اور عدالت کے ملازموں سے رہتا۔ اور انہیں لوگوں کی تواضع ومدارات کرتا۔ جن کے وسیلہ سے گاؤں کے لوگوں پر دباؤ ڈالنے کا موقعہ ملتا۔ کھیتوں کے ساگ سبزی جو اُس کے یہاں مالی بطور ڈالی لاتے اور کونجڑے اور میوہ فروش اجارہ کے پھل اُسکے گھر پہنچاتے وہ تمام گل سڑکر کھاد بنجاتی لیکن برادری کے بھائیوں اور کنبہ کے لوگوں کو روزمرہ تو کیا کسی تہوار کی تقریب یا شادی کے موقعہ پر ساگ سبزی بھیجنا اُس کے لئے کسر شان تھا۔

گاؤں کے لوگ ناخواندہ بھولے بھالے سو کے ستائیس سو دیکر بھی اُس کے پنجہ ہوس سے رہا اور اُس کے بار قرض سے سُبکدوش نہ ہوئے۔

جو لوگ اُس کی سخت ہوس اور بیجا خودغرضی سے اُسکی رائے سے اختلاف کرتے۔ وہ جس طرح بن پڑتا اُن کو دباتا اور نقصان پہونچاتا۔

بعض سادہ دل مرد اور ناواقف زمیندار پیشہ عورتوں نے اپنی حیثیت سے چند قطعات قرضہ میں یا بضرورت کار خانگی نقد روپیہ لیکر لالہ دولت رام کو بیع کئے۔ اُس نے بسازش قبالہ نویسوں کے خلاف معاہدہ بیعنامہ میں ایسے قطعات قیمتی ملکیت یا لگان بیع میں لکھوائے کہ جنکو مالکان اراضی روپیہ گز بھی دینے کو رضامند نہ تھے اور جب اُن کو اِس چالاکی اور فریب کی خبر ہوئی وہ آہ بھر اور سر پیٹ کر بیٹھ رہے۔

برادری کے لوگوں اور گاؤں کے باشندوں میں سے ایک بھی اُس کے احسان کا زیر بار اور سلوک کا معترف نہیں تھا۔ شریف لوگ اُسکی خودغرضی کی ملاقات اور مطلب کے میل جول سے کنارہ کش اور گوشہ گیر تھے۔

زیادہ اُس کے پاس ایسے لوگوں کی آمد رفت اور نشست رہتی جو اُسکی مانند بوالہوس اور لالچی تھے۔ یا تجارت اور بیوپار کے کاموں میں نوآموز یا محض مفلس اور نادار تھے لالچ نے اُسکی تمیز کو یہاں تک نکما اور ناکارہ کر دیا تھا۔ کہ اُسکی رائے میں دھن دولت کے حصول کے لئے بے ایمانی کرانا یا بے ایمانی میں مدد دینا کچھ پاپ نہیں ہے۔

✣

(۴)

فریب کا جال

بیجو مل مظفر نگر سے بارہ سو روپیہ کا مال بیچکر اور انہی سا دن لیکر گھر کو چلا
راہ میں سوچتا تھا کہ روزگار کی بھی عجیب برکت ہے۔ جن ہاتھوں میں کبھی پانچ روپیہ
بھی نہ آتے تھے آج روزگار کی بدولت اُن ہاتھوں میں بارہ سو روپیہ موجود ہے۔ اگر
کسی ترکیب سے یہ روپیہ میرے قبضہ میں آجاوے یا اُسکا آدھا ہی ملجاوے تو میری
تمام تنگدستی اور مفلسی مٹ جاوے۔

کبھی کہتا تھا کہ یہ بہت ہی کمینہ خیال ہے جن لوگوں نے میرا اعتبار کرکے بارہ سو روپیہ
کا مال اپنے گھر سے نکالکر میرے حوالہ کر دیا مجھکو مناسب نہیں ہے کہ میں اُن سے
مکاری کروں۔ اسکی ڈانواڈول دل میں کبھی سچائی اور ایمانداری کی لہریں اُٹھتیں
کبھی دولت کی طمع اسکو چالاکی اور مکاری کی چالیں سکھاتی۔

وہ دل میں کہتا تھا کہ بڑے بڑے تپسیوں اور یوگیوں کی ہزاروں برسوں
کی بھگتی اور بندگی دنیا کے ذرا ذرا سے لالچوں نے تباہ اور برباد کر دی ہیں انپڑھ
اور مورکھ ہو کر اگر ایسی بے ایمانی کروں تو کونسا تعجب ہے۔

وہ غور کرتا تھا کہ گانو کے چالاک اور لالچی لوگ جاہل بھولے بھالے سادہ دل
انسانوں کو دھوکا دیتے اور دس بیس روپیہ دیکر سو گنے پنج گنے کا تمسک لکھوا لیتے
ہیں اگر میں دولت اور ثروت رکھنے والے کسی ساہوکار کو مفلسی کے بس میں آکر ہزار
پانسو روپیہ کا دھوکا دیا تو میں اُن کے برابر پاپی نہیں ہو سکتا۔

وہ دل میں مشورہ کرتا تھا کہ مکر و فریب کو تو میں بھی دل سے بُرا جانتا ہوں لیکن
کیا کروں لاچاری پر مصیبت سے بھاری ہوتی ہے۔ مفلسی اور تنگدستی تمام گناہوں کی
ماں ہے اب میں اسی طمع اور تنگدستی کے قابو میں ہوں۔

گو اُسکی طبیعت ایمانداری کی طرف بڑے زور سے جاتی لیکن جب اُسکو دولت رام کی
باتیں یاد آتیں تو اُس کے دل سے سچائی اور ایمانداری کوسوں دور بھاگ جاتی۔

آخرش ایمانداری اور سچائی پر بے ایمانی غالب آئی اور اُسنے اپنے دل میں یہ فیصلہ کرلیا۔ کہ رات کو چھپکر گاؤں میں جاؤنگا اور یہ بارہ سو روپیہ دولت رام کے آگے رکھدونگا۔ اور جو تجویز وہ بتلاویں گے اُسپر عمل کرونگا۔

(۵)

مکاری کی مدد

آدھی رات کے ہونے میں دو ایک گھنٹے کی کمی تھی۔ گاؤں کے سب لوگ اپنے گھروں اور دوکانوں پر سو گئے تھے۔ دوکانوں اور مکانوں کے چراغ گل اور آمدرفت بند تھی۔ صرف لالہ دولت رام کی بیٹھک کا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ اور لالہ صاحب گدی پر بیٹھے ہوئے اپنے خیالات میں گم تھے۔ کبھی مشینوں کے کمی خرچ اور زیادہ آمدنی پر دل میں خوش ہوتے کبھی کسی بیوپار کا آمدنی سے زیادہ خرچ دیکھ کر افسوس اور قلق کرتے۔ یکایک انکے سامنے سے ایک آدمی کی آہٹ معلوم ہوئی اور اچانک ان کے سامنے بدھوبل آ گیا۔ بدھوبل کو دیکھ کر دولت رام نے کہا۔

دولت رام۔ کہئے بھائی اسوقت آدھی رات کہاں سے آنا ہوا۔ پرماتما نے رات تو انسانوں اور حیوانوں پشو پکشیوں کے آرام کو بنائی ہے۔ مگر بیوپاریوں کو رات کو بھی آرام میسر نہیں ہوتا۔

بدھوبل۔ میں آپ سے ایسے ہی غیروقت اور خاص تنہائی میں ملنا چاہتا تھا۔ شکر ہے کہ آپ مجھکو اکیلے مل گئے۔

دولت رام۔ ایسی غیروقت اور تنہائی میں آپکو مجھ سے ملنے کی کیا ضرورت ہوئی۔ کہئے۔ خیریت تو ہے۔ میرا تو تمہاری اس گفتگو سے کلیجہ کانپ گیا۔

بدھوبل۔ خیریت کو تو خیریت ہی۔ پر میرے پاس سے ڈاکوؤں نے زبردستی بارہ سو روپیہ چھین لیا۔

دولت رام۔ یہ قصہ تو تمہارا مجھکو بناوٹی معلوم ہوتا ہی۔ شائد لالچ کے بس ہوکر تم مالداروں کا روپیہ خورد برد کرنا چاہتے ہو۔ اگر تمہارا ایسا ارادہ ہی تو مجھ سے

کیوں چھپاتے ہو صاف صاف کہہ دو۔

بدھو مل - واقعی دائی سے پیٹ اور حکیم سے روگ نہیں چھپ سکتا۔ آپ تو دیدی
میرے دل کی کیفیت اور میرا منشاء اور مطلب سمجھ گئے ہیں - اب آپ مجھ سے اقرار
کیجئے کہ کل کو مالدار لوگ مجھکو اسی روپیہ کی بابت برا بھلا کہیں گے اور نالش اور
رپٹ کی دھمکی دیں گے آپ کو ہر طرح میری مدد کرنی ہوگی۔

دولت رام - نالش اور دھمکی کی تم نے خوب ہی کہی - اگر تم اپنی بات پر مضبوط اور
اپنے ارادہ میں پکے رہو گے - تو آدھا روپیہ دلوا کر میں اُن سے تمہا را پیچھا چھوڑا
دوں گا اور نصف جو بچے گا اُسے ہم تم سمجھے برابر حقدار ہونگے۔

بدھو مل - میں نے آپ ہی کے اشارے سے یہ جرأت کی ہے - اب میرے ارادہ
کا پورا کرنا اور میری آبرو کا بچانا آپ ہی کی ہمت اور اختیار میں ہے۔

دولت رام - یہ کام تو اچھا نہیں ہے - پر مثل مشہور ہے بیٹھے کا من جو ٹھا کہا
جاتا ہے میں تمہارے معاملہ میں بدل سعی اور کوشش کرونگا اور مدد پوری دونگا
مگر یہ تو بتاؤ کہ وہ بارہ سو روپیہ کہاں ہے -

بدھو مل نے ایک چھوٹی سی تھیلی جسمیں اشرفیاں تھی لالہ دولت رام کے آگے
رکھدی اور دولت رام نے اُسکو اپنے قبضہ میں کر لیا - اور بدھو مل کو رخصت کرکے
اور ہر طرح کا اطمینان دلا کر آپ اپنے محل میں چلے گئے - لالہ دولت رام کو ایسی
رقموں کے لین دین کا موقعہ اکثر اپنے کارخانہ میں رہتا اور ان کے سامنے اکثر عجیب
غریب معاملہ اور مقدمہ پیش ہوتے لیکن یہ معاملہ بھی اپنی شکل میں نیا اور سنگین
اور سخت تھا - جس کے خیال نے لالہ صاحب کو رات بھر بے چین رکھا - وہ سوچتا
تھا کہ جب کا یہ روپیہ ہے وہ بیچارے سیدھے آدمی ہیں اُن کے سمجھانے اور رستہ
پر لے آنے میں مجھے کچھ زیادہ جوڑ توڑ اور سر دردی کی ضرورت نہ پڑے گی
کبھی خیال کرتا تھا - کہ گاؤں کے لوگ بہت سی بات کے بڑھانے اور مقدمہ بازی
کرنے کرانے کے عادی ہیں اگر مالداروں نے میرے مشورہ پر کچھ خیال نہ کیا اور
نوبت عدالت تک پہونچی - تو اس سازش میں ضرور بدنام ہونگا - لیکن یہ بات اچھی ہے کہ

جو گفتگو میرے اور بدھو مل کی ہوئی ہے۔ اُسے کسی تیسرے کو خبر نہیں ہے۔ ایسی
صورت میں مجھ کو کوئی خوف یا ہراس نہیں ہے۔
وہ یہ بھی خیال کرتا تھا کہ عدالت میں سارا کام روپیہ کا ہے۔ اگر نوبت عدالت تک
پہونچے گی میں اسی روپیہ سے اپنی کاربراری کرونگا۔ اور مُقدمہ کا جو تا انہیں کے سر ہوگا۔
الغرض اسی اُتار چڑھاؤ کے خیالات میں اُس کا دل غلطاں اور پیچاں رہا۔ اور
اِس خلجان اور خفقان نے اُسکو ایک منٹ بھی سونے نہ دیا۔

(۷)

مقدمہ کا فیصلہ

صبح ہوتے ہی یہ خبر مثل سورج کی شعاعوں کے تمام گاؤں میں پھیل گئی۔
گلی اور مکان اور محلہ اور دوکان پر ہر جگہ اسی بات کا چرچا تھا۔ جنکا روپیہ لگا ہوا تھا
جب یہ خبر اُن کے کانوں میں پہونچی وہ رنج و الم سے بیہوش ہو گئے جس طرح کوئی سنگین جرم
کا مجرم حوالات میں ہوتا ہے۔ اسی طرح بدھو مل کو روپیہ والے اور اُن کے بھائی بند حراست
میں لئے ہوئے تھے۔
بدھو مل کبھی اپنے اِس فعل پر افسوس سے نفرت کرتا اور کہتا تھا کہ مجھ کو دولت رام کی
منحوس مشورہ اور اشارہ اور سہارے نے ڈبو دیا۔ اور میرے اعتبار اور آبرو کو تمام گاؤں
میں کھو دیا کبھی وہ دل کو مضبوط کر کے کہتا تھا کہ دُنیا میں ایسا کوئی بھی انسان ایسا نہ ہوگا
جسکو اُسکی عمر میں بدنامی اور رسوائی اور بدی اور برائی پیش نہ آئی ہو۔ اب
افسوس اور پشیمانی سے کیا حاصل ہے۔ اب مجھکو اپنے مقصد کی کامیابی میں پوری
کوشش اور سعی کرنی چاہئے۔
گاؤں میں جتنے آدمی تھے وہ اس معاملہ میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا رہے تھے
اور یہ باتیں بنا رہے تھے۔
ایک - لالہ دھنی رام کی تو مت ماری گئی جو انہوں نے مال کے بیچنے اور لانے لیجانے
کے لئے ایسا تہیدست اور مفلس آدمی پسند کیا۔ بہو کی بابت کہیں دودھ کی رکھوالی کرتی

جوتے --؟

دوسرا۔ بھائی بدھو مل کے تو خاندان کو ہی شرف ہے۔ انہوں نے تو جس ہنڈیا میں کھایا اُسی کو پھوڑا۔ اور جس ڈالی پہ بیٹھے اُسی کو کاٹ ڈالا۔

تیسرا۔ بھائی غیب کا حال ایشور ہی جانے۔ ہم کسی کو خواہ مخواہ الزام لگا کر کیوں پاپی بنیں۔

چوتھا۔ بھائی جو بات سچی ہے۔ وہ ہو کر رہتی ہے۔

پانچواں۔ ابھی پاپ کرم ظاہر ہوئے بدون نہیں رہتا۔ ایک دو روز میں سب اصلیت کھل جاوے گی۔

ایک مال والوں کو مشورہ دیتا تھا کہ بھائی خاموشی سے کام نہیں چلیگا۔ پولیس میں جا کر رپٹ لکھا کر بدھو مل کے وصول کیے دھنی کی نالش کر دو۔ آپکا روپیہ دام دام وصول ہو جائیگا۔

دوسرا صلاح دیتا تھا بھائی مقدمہ بازی سے کچھ کام نہیں نکلیگا۔ یہ شخص انہی کی جوتی انہیں کا سر بنائیگا۔ اور انہیں کے روپیہ سے پیروی کر کے بری ہو جائیگا جس طرح ہو سکے راستی اور آہستگی سے دو آدمیوں کو ثالث بنا کر فیصلہ کر لو۔

لوگ اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے۔ لیکن دولت رام بالکل خاموش تھا وہ جلد باز نہ تھا۔ اُس کا خیال تھا۔ کہ یہ معاملہ ابھی تازہ ہے۔ لوگوں کے دل میں جوش اور خیالات میں تعصب اور طرفداری کا مادہ ٹھہرا ہوا ہے۔ دو چار گھڑی میں یہ جوش خروش فرو اور یہ تعصب کم ہو جائیگا۔ اُسوقت میں اپنی مراد کے موافق اس معاملہ کو طے کرونگا۔

بہت دیر کے بعد جب لوگ بات چیت کرتے تھک گئے اور مال والوں کا غصہ بھی دھیما ہو گیا۔ دولت رام نے دھنی رام سے مجمع میں کہا۔

دولت رام۔ لالہ دھنی رام آپکی لیاقت اور ہمدردی قابل تعریف ہے۔ آپ نے ایک بھائی کو بیکار اور مفلس سمجھ کر روزگار پر لگایا۔ یہ اتفاق کی بات اور تقدیر کا تعلق ہے۔ کہ نیکی کے بدلے آپکو بدی کا پھل ملا۔ اور بجائے نفع کے نقصان اٹھانا پڑا۔ اس بات کو پرماتما جانتا ہے کہ بدھو مل کو چوروں نے ستایا۔ یا اُسنے آپ کو

نقصان دینے کے لئے لالچ سے یہ پیچ بنایا - میری اب بھی رائے ہے کہ تھوڑی ضرب
آپ کھائیں اور کچھ نقصان بدھول برداشت کرے اور اس معاملہ کا فیصلہ ہو جاوے
تعریف اور خوشامد کی باتوں سے دیوتا بھی اپنا ہو جاتے ہیں - دھنی رام تو انسان تھے
اور دولت رام نے یہ باتیں ایسے صاف طریقہ اور بیباک طرز سے بیان کیں کہ دھنی رام نے
ان میں عذر کی گنجائش اور انکار کی وجہ نہ پائی اور ان کو دولت رام کی رائے تسلیم کرنی
پڑی -

دولت رام نے یہ کہکر کہ جو دھن جاتا دیکھئے تو آدھا دیجئے بانٹ - چھ سو روپیہ پر فیصلہ
کر دیا اور چھ سو روپیہ کی بابت لالہ دولت رام نے اپنی ضمانت کر کے لالہ دھنی رام کی تسلی کر دی
کہ آج سے پندرھویں دن چھ سو روپیہ آپکے مکان پر پہنچ جاویگا - اور یہ وعدہ
دیا گیا -

دھنی رام نے خیال کیا کہ چھ سو روپیہ پر بلا ٹلی - اگر یہ شخص دو چار ہزار روپیہ پر ہاتھ
مارتا - تو بھی تو مارا گیا تھا - گاؤں کے لوگوں میں اس معاملہ کا چرچا مہینوں تک رہا
اور سب لوگوں نے یقین کر لیا - کہ دولت رام کی سازش اور سہارے سے بدھول نے
لالہ دھنی رام کا چھ سو روپیہ فریب سے اڑا لیا اور بدھول کا یہ داؤ اچھا چل گیا - لوگ
کہتے تھے - کہ دولت رام بہت ہوشیار اور نصیب کا دھنی ہے - اسنے باوجود بدھول کے
ساتھ میل جول اور ہر وقت کی ملاقات کے اسکو اپنے کارخانہ میں دخل نہ دیا
نہ اسکا اعتبار کیا - لالہ دھنی رام نے اپنی سادہ مزاجی سے ایک مفلس کم ذات آدمی کو
بیوپار میں شریک کیا - آخیر کو نقصان اٹھایا - اور نیکی کا بدلہ بدی پایا -

ایک اسلامی سوالہ کا جواب

سلسلہ کیلئے دیکھو آریہ مسافر بابت اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ع

اعتراض ۷۵۔ سوامی جی اور خود منوجی نے ورنوں کی تقسیم کر کے اس امر کی اجازت دیدی ہے کہ شودر عورت کو شودر (مرد) اور برہمنی کو برہمن کے ساتھ وواہ دینا چاہیئے۔

مگر ایک جگہ منوجی فرماتے ہیں "کنیا باحیض ہو کر بھی تا زیست گھر میں رہے۔ مگر اس کنیا کو کبھی بے ہنر آدمی کو نہ دلوے۔ منو ۹۔ ۸۹

اس منتر کا صاف مطلب یہ ہے کہ خواہ عورت بے ہنر (شودر) ہو خواہ با ہنر (برہمنی وغیرہ) مگر اسکی شادی بے ہنر (شودر) سے ناجائز ہے۔ حالانکہ قاعدہ مذکورہ میں شودر عورت کی شادی شودر مرد سے جائز بتائی گئی ہے۔

جواب ۷۵۔ یہ سوال بہت قابلیت کا نمونہ ہے۔ مہربان من یہاں تو صاف مطلب دونوں عورت اور مرد سے ہے۔ کیونکہ جہاں شودروں کا دھرم دھرم شاستروں میں بتایا جاتا ہے۔ وہاں شودروں کے دھرم البتہ یہ لکھا ہوا ہے۔ یا پرکرن وغیرہ سے یہ پتہ لگتا ہے کہ یہ صرف شودروں کا دھرم ہے۔ مگر باقی سب کچھ دھرم دوجوں کے ہوتے ہیں۔ پس دوج کنیا کو شودر سے کبھی وواہ نہ کرے۔ اگر ایسی منوجی کی ہدایت ہے۔ تو کیا دوش کی بات ہے۔ کیونکہ کنیا ہمیشہ اپنے سے زیادہ گن والے پتی کو پراپت ہو۔ یہ اگلے ہی اشلوک سے صاف ہے۔

اعتراض ۷۶ - منوجی کے ایک قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کی منگنی کی
نسبت بھی عورت کی اولاد (جو اصلی شوہر سے پیدا ہو) کو اسکی اولاد بنا دینے کے
واسطے کافی ہے - مزید براں یہ کہ وہ خواہ زندہ بھی نہ ہو - دیکھو منوجی فرماتے ہیں
"جس دختر کو کسی کو زبان سے دینے کو کہہ چکے - اور وہ شخص جسکو کہا قبل شادی
ہونے کے مرگیا - تو اسکا برادر حقیقی اس دختر کی شادی ... ... کرلے ... ...
اس سے جو اولاد ہوگی وہ اسکی ہوگی - جسکو وہ دختر زبانی اقرار سے پہلے دیگئی تھی"
منو ۹ - ۶۹ - و ۷۰ -

اب بتاؤ کہ یہاں کونسی فلاسفی ہے ؟ نیوگ میں تو اصلی شوہر کی کم از کم کھیتی
(عورت) تھی گرچہ بیج (نطفہ) نیوگی کا تھا - یہاں تو یہ بھی نہیں ہے - بلکہ بیج اور
کھیتی دونوں اسی اصلی شوہر کے ہیں - اور بیچارے منگیتر کا کچھ نہیں -

جواب ۷۶ - اس اعتراض کے کرنے میں آپنے خود بخود منگنی کی رسم نہ معلوم کہاں
سے نکال لی - اشلوک کا منشا یہ ہے کہ اگر کنیا دان کے بعد یعنی بواہ ہو چکنے مگر سنیوگ
نہ ہوا ہو تو اسکو دیور سے نیوگ کرلینا اچھا ہے - منگنی اور گونہ کی رسم ویدک رسم
نہیں ہیں - بلکہ جب سے صغر سنی کی شادی کا رواج ہوا ہے - شروع ہو گئی ہے - شلوکوں
میں یہ بات ہے ہی نہیں کہ یہ عورت کی اولاد پہلے پتی کی ہوگی "جسکو وہ دختر زبانی
اقرار سے پہلے دی گئی تھی" یہ آپکے من گھڑت لفظ منو کے سر تھوپنے اور اسپر اعتراض
کرنے بالکل فضول ہیں - اسکا جواب ہم دے چکے ہیں کہ کیوں ایسا کرنا جائز ہے کہ نیوگ کیا
جاوے - بجائے بواہ کے - اگر ایک مرتبہ بواہ ہو چکا ہو -

اعتراض ۷۷ - بتاؤ عورت کس قصور میں عبادت سے محروم کردی گئی ہے
اور کیا عورت کے لئے عبادت کو حرام قرار دینا عورت کی اعلیٰ بے عزتی نہیں ہے
کیا عورت میں عبادت کی صلاحیت نہیں ہے یا ان کو برہم آنند کے حاصل کرنے
کی ضرورت نہیں ہے - دیکھو منوجی تحریر فرماتے ہیں "چونکہ عورتیں شادی ہونے
پر شوہر کا آدھا انگ (عضو) ہوجاتی ہیں - اسواسطے عورتوں کے لئے علیحدہ یگیہ و
برت کرنا پاپ (گناہ) ہے صرف شوہر کی خدمت کرلی جائے" منو ۵ - ۱۵۵ -

جواب ۷ ۔ عورت کو عبادت سے کبھی بھی محروم نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ خاص طور پر مرد و عورت کی ہدایات ایک ہی ہیں۔ جو باتیں دھرم شاستر میں بتائی گئی ہیں وہ مرد و عورت دونوں کے لئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو حق عبادت عورت کو دیا گیا ہے وہ مرد کو بھی دیا گیا ہے۔ مگر مرد و عورت کو سندھیا اوپاسنا آدی کام ملکر کرنے بتائے گئے ہیں نہ کہ علیحدہ علیحدہ۔ اور اس اشلوک کا یہ ہی مطلب ہے اگر لفظ "علیحدہ" لیے معنی ہو جائیگا۔ دوم یہ آریہ سماج کا سدھانت بھی نہیں ہے کہ عورت کو عبادت کا حق حاصل نہیں ہے۔ اگر آریہ سماج ایسا مانتی ہو تب آپکا اعتراض کچھ معنی رکھ سکتا ہے اگر آپ منوسمرتی کے اشلوک اٹھائیسویں ادھیائے ۹ کو پڑھ لیتے تو یہ اعتراض ہرگز نہ کرتے۔ لکھا ہے کہ گھر کی پیدائش اگنی ہوتر آدی دھرم کاریہ وغیرہ وغیرہ سب استری کے ہی آدھین ہیں"

اعتراض ۸ ۔ منوجی فرماتے ہیں" عورت نابالغ ہو جوان ہو یا بڈھی گھر میں کوئی کام خود مختاری سے نہ کرے" بتاؤ یہ انتہا درجہ کی سختی عورت پر ظلم ہے یا نہیں اگر باہر کے کاموں میں خود مختاری چھینی جاتی تو وہاں تک خیر تھی غضب یہ ہے کہ خانہ داری (جس کا اسے تنہا خود مختار مالک ہونا چاہئے) کے کسی کام میں بھی وہ آزاد نہیں رکھی گئی۔

جواب ۸ ۔ بہتر ہوتا اگر اس اشلوک کا بھی حوالہ دیدیتے۔ تاکہ جواب باثواب دیا جاسکتا۔ اگر یہ اسی اشلوک کی حاشیہ افزائی ہے جو آپ اصل کتاب میں لکھ چکے ہیں کہ عورتوں کو ہمیشہ لڑکے خاوند اور باپ کے اختیار میں رہنا چاہئے تو اسکا جواب دیا جا چکا ہے کہ وہاں لفظ رکھنا سے مطلب ہے۔ اگر کوئی اور اشلوک ہے تو اسکا حوالہ دیکر سوال کیجئے گا۔ اور ساتھ ہی نویں ادھیائے کے گیارہویں اشلوک کو بھی پڑھ لیجئے گا جہاں دھن کا رکھنا۔ خرچ کرنا۔ شدھی۔ دھرم۔ رسوئی وغیرہ کھانا خاص کام استریوں کے بتائے گئے ہیں۔

اعتراض ۹ ۔ انسان کا پیشاب کسی چیز کو پاک کر سکتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو گئو موتر (گائے کا پیشاب) میں انسان کے پیشاب سے کونسی زیادہ خصوصیت ہے

کہ وہ بقول منوجی سنگھ کا برتن اور جو جانور مثل ہاتھی وغیرہ چھونے کے قابل ہو اسکے دانت اور سینگ اور ہڈی کا برتن اُنہوں کی پاکی مثل پارچہ ستی کے جاننا یا گئو کے موت اور پانی سے سمجھنا" منو ۵-۱۲۱) برتن پاک کرسکتا ہے اور انسان اور انسان کا پیشاب ایسا نہیں کرسکتا - نیز یہ بتاؤ کہ گائے کا پیشاب خصوصاً اور دیگر پیشاب عموماً خود پاک ہیں یا ناپاک -

جواب ۷۹ - گائے کا پیشاب انسان کے پیشاب و دیگر جانوروں کے پیشاب سے زیادہ مفید اسوجہ سے مانا گیا ہے کہ اس کے اندر بہت سی بیماریوں کے دور کرنیکی خاصیتیں موجود ہیں - چنانچہ بہت سی بیماریوں کا اسکو علاج بھی بتایا گیا ہے - یہ ایک طبی بات ہے - گئو کے پیشاب میں اور جانوروں کے پیشاب کے موافق بدبو نہیں ہوتی - اگر آپکو اسپر اعتراض کرنا تھا تو خود کسی علم طب کی کتاب پڑھکر اعتراض کرنا تھا - ہم صرف آپکی کتب طب کا حوالہ دیکر اس سوال کو ختم کرتے ہیں - چنانچہ تحفۃ المومنین کے صفحہ ۶۱۶ پر لکھا ہے -

" بول گاؤ ماده جہت حالی قروح اطفال ولنواصیر دگاؤ نر جہت درد معده بابده و برا مہرو با وصاف جہت درد گوش دبا سرکہ جہت درد دندان وشستن عضو باخردل و بول گاؤ جہت جذر مجرب داشتہ اند - اسی سے حضرت بوعلی سینا بھی اپنے قانون میں لکھا ہے - دیکھو صفحہ ۱۶۷

مگر آپ ذرا حدیث نبوی کو کھولکر دیکھتے تب اعتراض کرتے اچھا ہوتا - دیکھو باب فی شرب البوال الابل - روایت ہی انس سے کہ لوگ عرینین آئے مدینہ میں اور پانی لگا ان کو مدینہ کا سو بھیجا انکو رسول اللہ نے صدقہ کے اونٹوں میں اور فرمایا کہ پیو دودھ اور پیشاب اونٹوں کا - جامع ترمذی مطبوعہ مرتضوی دہلی صفحہ ۱۰ - آریہ سماج کسی پیشاب کے پاک ہونیکا قایل نہیں ہے مگر کسی چیز میں اگر کوئی خاصیت موجود ہے اسکو مانتا اور فایدہ اٹھاتا ہے -

اعتراض ۸۰ - اگر مُردے جلانا اچھی بات ہے تو کیا وجہ کہ چھوٹے بچے آگ میں جلائے جائیں جیسا کہ منوجی لکھتے ہیں " بہت چھوٹے بچوں کو آگ میں نہ جلانا ...... چاہیئے - صرف جنگل میں لکڑی کی طرح پھینکنا چاہیئے منو ۵-۶۹

کیا اسلامی تہذیب و تمدن کے اصول کی رو سے یہ رسم وحشیانہ حرکت نہ ہوگی؟
جواب ۱۰۵ - اس شلوک کو لکھتے ہوئے آپ اس سے پہلے شلوک کو بھی لکھ
دیتے تو حقیقت معلوم ہو جاتی۔ پہلے شلوک میں ایسے بچوں کو پوتر بھومی میں سوچ
کر کے دبا دو ہیں۔ ایسی ہدایت ہے۔ اگر دبانا برا ہے تو آپکے اوپر تو اور بھی زیادہ
اعتراض ہوتا ہے۔ آپ تو سب کو ہی گاڑنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ اگر گاڑنا وحشیانہ
رسم ہے تو جن کے یہاں یہ رسم سب چھوٹے بڑوں کے لئے روا رکھی گئی ہو وہ ہم سے
زیادہ وحشی ٹھہریں گے۔ آپ خود سوچ لیں۔ ہم آپ ہی پر تصفیہ چھوڑتے ہیں۔
مہربانی اور ذرا سوچئے اور اعتراض کرنے کی کوشش کیجیئے گا۔ دو برس کی لڑکے
کے یہ ہدایت ہے۔ چھوٹے بچوں میں خون اور گوشت اور خلطوں سے زیادہ ہوتا ہے
ہڈیاں میا وغیرہ اجزاء جسمانی بہت کچھ اور معمولی مقدار میں ہوتے ہیں۔ جوں جوں
انسان بڑھتا ہے نسبتاً گوشت و خون دوسرے اجزاء کے مقابلہ میں کم ہونا شروع
ہو جاتا ہے۔ اگر چھوٹے بچوں کو جلانے کی ہدایت ہوتی تو زیادہ بدبو ساری میں پھیلتی
تا مگاڑنے سے اس قدر بدبو نہیں پھیل سکتی۔ گوشت و خون آسانی سے مٹی میں مل جاتے
ہیں اور بہت جلد بغیر بدبو پیدا کئے مٹی میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ایسے بچوں کو
گاڑنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ مگر بڑے لڑکوں یا آدمیوں کے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ
جوں جوں خون و گوشت کے علاوہ اور اجزاء بننے شروع ہونگے۔ پھر بدبو زیادہ پیدا ہوگی
اور مٹی کے اندر دبا دینے سے بنی نوع کو نقصان پہونچیگا اور بیماری پیدا ہوگی۔

حصہ پنجم

اہل اسلام سے چند سوالات

(۱) آیا الہام ہونا انسانوں کے لئے زیادہ ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری
نہیں تو قرآن بلا ضرورت کیوں ہوا اور خدا غیر ضروری کام کیوں کرتا ہے؟ اگر ضروری

ہے تو اول اول جب حضرت انسان کو خدا نے پیدا کیا۔ اسوقت کس الہام کو اسکی ہدایت کے لئے مقرر کیا۔

(۴) سچائی وہ ہے جو تینوں زمانوں میں ایک سی ہو پس قانون قدرت کی طرح سے خدا کے انسان کے لئے جو احکامات ہیں ان میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہئے۔ مگر الہام جو وقتاً فوقتاً نازل ہوئے ان میں تبدیلی اور اختلافات انکے غلط ہونے کی دلیل ہے۔

(۳) اگر الہام زمانہ کے لحاظ سے خاص عرصہ کے بعد ہونے ضروری ہیں تو اسکی کیا دلیل ہے کہ قرآن ہی آخری الہام ہے؟ اور اگر زمانہ کے لحاظ سے عرصہ عرصہ کے بعد الہام کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ تب پھر قرآن کے الہام کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ قرآن شریف کے نازل ہونے کے وقت اور الہام موجود تھے۔ کیا کوئی عرصہ ہر الہام کے لئے ضروری ہے؟ اگر نہیں تو خدا کے کام میں یہ اوت پٹانگ پن کیوں ہے۔ کہ آج ایک الہام ہو کل کو دوسرا۔ اور اگر عرصہ ضروری ہے تو جو الہام بتائے جاتے ہیں۔ ان میں برابر فاصلہ کیوں نہیں۔

(۵) خدا کو ایک الہام کے بدلنے کی کیوں اور کب ضرورت پیش آتی ہے۔

(۶) اگر پہلے الہاموں کو بدلکر نیا الہام نازل کرنے کی ضرورت تھی۔ تو ایشور نے قرآن شریف عیسائیوں میں جنپر آخری الہام نازل ہوا تھا۔ کیوں نہیں نازل کی؟

(۷) جسوقت قرآن شریف نازل ہوا اُسوقت دنیا میں اور زبانیں رائج تھیں یا نہیں اگر نہیں تھی تو تاریخ کے خلاف ہے۔ اور اگر تھیں تو خدا کا قرآن شریف کو عربی میں نازل کرنا طرفداری کی دلیل ہے۔

(۸) قرآن خدا کا کلام ہے یا تحریر؟ اگر کلام ہے تو وہ کس نے تحریر کیا۔ ممکن ہے۔ تحریر کرنے والے نے کچھ ملا دیا ہو۔ اگر تحریر ہے تو محمد صاحب امی تھے۔ کسنے پڑھا۔ اور ٹھیک معنی سمجھے۔

(۹) اگر خدا کا کلام ہے۔ تو بھی خدا مجسم ہے۔ اور اگر تحریر تو بھی مجسم ٹھہرتا ہے۔ اور مجسم فانی ہوتا ہے۔ پس خدا فانی ٹھہرا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(۱۰) اسکی کیا وجہ صرف پانچ وقت نماز پڑھنا بتایا گیا ہے۔ دو وقت کیوں نہیں۔

(۱۱) شیطان خدا سے زیادہ طاقتور یا کم؟ اگر کہو زیادہ تو خدا قادر مطلق نہ رہا۔ اگر کہو کہ کم تو خدا شیطان کو انسانوں کے بہکانے کی کیوں اجازت دیتا ہے۔
خدا نے حضرت آدم کو بہشت سے کیوں نکال دیا؟

(۱۲) خدا محتاج ہے یا نہیں۔ اگر محتاج ہے تو ایسا خدا دوسروں کو جو اسکی عبادت کریں کیا دے سکتا ہے۔ اگر محتاج نہیں ہے تو خدا قرآن شریف میں کیوں بار بار دگنے کر دینے کے وعدہ پر قرض مانگتا ہے؟

(۱۳) کیا سب دن خدا کے بنائے ہوئے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو اور کس نے بنائے ہیں۔ اگر کہو کہ سب خدا نے بنائے ہیں تو جمعہ کے دن کو سب سے متبرک بنانے کی کیا وجہ ہے؟

(۱۴) اگر کوئی انسان گناہ کرے تو اس کا نتیجہ اسیکو ملیگا یا اسکی اولاد کو بھی۔ اگر کہو اولاد کو بھی ملیگا۔ تو خدا بے انصاف ہے۔ اگر کہو کہ اولاد کو نہیں ملتا تو حضرت آدم کے گناہ کی وجہ سے تمام بنی نوع انسان کیوں لعنتی ہوئے۔

(۱۵) جیو ازلی ہے یا نہیں۔ اگر ازلی ہے تو جیو ایک اور چیز علاوہ خدا کے جیسے عقیدہ آریہ سماج ماننا پڑتی ہے۔ اگر کہو کہ ازلی نہیں ہے تو ادنی جیو حیوانات اور کوئی جیو اچھے برے۔ دکھی سکھی انسانوں کے قالب میں کیوں ڈالے گئے؟

(۱۶) ہر انسان کرموں کے بموجب پیدا ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر بموجب کرموں کے پیدا ہوتا ہے تو آواگون سدھ ہے۔ کیونکہ وہ کرم ضرور پہلے کسی جونی میں کئے ہونگے اور اگر بلا کرم کے تو خدا بلا کرم سزا و جزا دینے سے بے انصاف ٹھہرتا ہے۔

(۱۷) جیو ابدی ہے یا نہیں۔ اگر ابدی ہے تو وہ ازلی کیوں نہیں۔ اگر کہو کہ ابدی نہیں ہے تو بعد مرنے کے جیو کہاں چلے جائیں گے۔

(۱۸) قرآن شریف دنیا میں کس نئے اصول کے لئے نازل ہوئی؟ اگر کہو کسی نئے

اصول کے لئے نہیں تو قرآن کو الہام کون مان سکتا ہے۔ اگر کسی نئی بات کو بتانے کے لئے تو وہ بات بتاؤ اور ثابت کرو۔ کہ وہ قرآن شریف سے پہلے موجود نہ تھی۔

(۱۹) خدا نے انسان کو بنا کر اس کا سجدہ تمام فرشتوں سے کرایا۔ جس پر شیطان لعنتی ہوا۔ بتاؤ کہ جب خدا خود وحدت فی العبادت کی تعلیم دیتا ہے تو قرآن شریف کو لیکر وحدت بالعبادت کی ڈھنگ مارنا کیا معنے؟

(۲۰) خدا کا قانون سب کے لئے یکساں ہے یا جدا جدا۔ اگر کہو جدا جدا تو خدا منصف نہیں ٹھہرتا۔ اگر کہو ایک جیسا تو حضرت محمد صاحب اس سے کیوں مستثنےٰ کئے گئے کیونکہ آپکی چار سے زیادہ بیویاں تھیں۔ اگرچہ اوروں کے لئے صرف چار بیویوں کی قرآن شریف نے ہدایت کی ہے۔

(۲۱) آسمان کوئی جسم والی چیز ہے یا نہیں۔ اگر کہو کہ جسم والی ہے تو خلاف اصول سائنس ہے۔ کیونکہ آسمان صرف نظر کے پہونچ کا ڈھکنا بتایا جاتا ہے۔ یا خلا کا نام ہے۔ اگر کہو جسم والا نہیں ہے تو اسکی کھال اتارنے کا جو ذکر قرآن شریف میں ہے۔ اسکے کیا معنی کروگے؟

(۲۲) خدا کو قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور قرآن کا خدا کیوں بار بار قسم کھاتا ہے۔

(۲۳) خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو قرآن شریف کے خلاف ہے۔ اور اگر ہے تو ایک طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کو کیا تعبیر کروگے؟

(۲۴) خدا ہر جگہ موجود ہے یا نہیں اگر کہو ہر جگہ موجود ہے تو کم و بیش ہر جگہ ہے یا یکساں۔ اگر کہو کم و بیش ہے۔ تو اسکی کیا وجہ ہے۔ اگر یکساں ہے تو محمد صاحب کو خدا کے ملنے کے لئے جبرائیل صاحب کسی اور جگہ خاص کیوں لے گئے تھے؟

(۲۵) کعبہ شریف کی زیارت کرنا فضول ہے یا ثواب ہے۔ اگر کہو فضول ہے تو اسکو سب اہل اسلام کیوں کرتے ہیں اگر کہو ثواب ہے تو کیوں؟

(۲۶) خدا سب کو یکساں سزا و جزا دیتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں دیتا تو وہ منصف مزاج نہیں ہے۔ اور اگر دیتا ہے تو جو اچھے کام کریگا۔ اسکو اچھا پھل ملیگا۔ پھر

رسول پر ایمان لانے کے کیا معنی؟

(۲۷) خدا مادی ہے یا نہیں؟ اگر مادی ہے تو چیتن نہیں ہو سکتا جو سراسر خلاف قرآن شریف ہے۔ اگر مادی نہیں ہے تو اُسنے مادی کو کس چیز سے پیدا کیا۔

(۲۸) کیا دُنیا میں کوئی ایسی مثال بتا سکتے ہو۔ کہ مادہ بنا کسی مادی چیز کے بن سکے۔؟ اگر بتا سکتے ہو تو بتاؤ۔

(۲۹) کیا خدا خلاف قدرت باتیں کرتا ہے یا نہیں؟ اگر کرتا ہے تو وہ خود اپنے قانون کے توڑنے والا ٹھیرتا ہے اگر نہیں ہو تو اسنے آدم سے حوا کو کس طرح پیدا کیا؟

(۳۰) شروع دُنیا میں انسان سے عورت پیدا ہوئی۔ مگر اب عورت سے مرد کیوں پیدا ہوتے ہیں۔؟

(۳۱) خدا نئی روحیں روز بناتا ہے یا پُرانی روحیں ہی بار بار جنم لیتی ہیں؟ اگر کہو پُرانی روحیں جنم لیتی ہیں تو آواگون (مسئلہ تناسخ) ثابت ہے۔ اگر کہو نئی روحیں روز بناتا ہے۔ تو کافروں کی روحیں کیوں پیدا کرتا اور ان پر عذاب ڈالتا ہے؟

(۳۲) کیا تمام قرآن شریف ایک دم نازل ہوئی یا علیحدہ علیحدہ۔ اگر ایک دم نازل ہوئی تو کچھ مکہ شریف میں اور کچھ مدینہ شریف میں نازل ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ اگر کئی بار کرکے نازل ہوئی۔ تو اس میں کیا مصلحت تھی؟

(۳۳) کل قرآن شریف مجموعی طور پر مکمل ہدائت ہے۔ یا اسکا کوئی ایک جز۔ اگر کہو ایک جز تو باقی حصہ فضول رہا اور اگر کہو کل قرآن مجموعی طور پر مکمل ہدائت ہی تو جب عرصہ میں دوسرے جز نازل ہوئے تھے۔ لوگوں کے لئے کیا ہدائت ماننے کے قابل تھی۔؟

(۳۴) عرب میں ہی قرآن شریف کے نازل ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا اس سے زیادہ اُمی مُلک میں موجود نہیں تھے۔؟

(۳۵) تعلیم پانا بُرا ہے یا اچھا۔ اگر کہو بُرا تو کوئی بھی ماننے کو تیار نہیں۔ اور نہ طریق عمل اہل اسلام اسبات کا یقین دلاتا ہے کہ انکا ایسا عقیدہ ہو۔ اگر کہو اچھا

تو خدا نے اُمّی شخص پر قرآن نازل کرنے میں کیا مصلحت سمجھی ؟

(۳۶) کیا خدا نے کوئی طریقہ ایک دم تمام دنیا میں مذہب اسلام پھیلانے کا بنایا یا نہیں؟ اگر نہیں بنایا تو جن لوگوں تک قرآن شریف عرصہ تک بھی نہیں پہنچایا گیا۔ ان کو جنت نصیب ہوگی یا دوزخ؟

اگر جنت نصیب ہوگی تو قرآن شریف کی ضرورت ہی کیا رہی۔ اور اگر کہو دوزخ تو ان کا کیا قصور۔

(۳۷) اہل اسلام کے سوا جو لوگ قرآن شریف پر یقین نہیں رکھتے وہ ایسا خدا کی مرضی سے کرتے ہیں یا اپنی مرضی سے۔ اگر خدا کی مرضی سے ایسا کرتے ہیں کیونکہ قرآن میں ذکر ہے کہ ایسی لوگوں کے دلوں پر خدا نے مُہر لگا دی ہے۔ تو ان کو دوزخ ملنے کی کیا وجہ ہے؟ اور اگر اپنی مرضی سے کرتے ہیں تو خدا کی مرضی کے خلاف انکی مرضی کیونکر ہو؟۔

(۳۸) خدا جانتا تھا یا نہیں کہ زینب و زید کی شادی ٹھیک نہیں ہو۔ اور آخر میں لڑائی ہوگی۔ اگر وہ نہیں جانتا تھا۔ تو عالم کل نہیں رہا۔ اور اگر جانتا تھا تو اسنے کیوں شادی کرائی۔ اور پھر خود ہی آخر میں طلاق دلوائی۔

(۳۹) حضرت محمد صاحب کو ۴۰ برس کی عمر میں نبوت ہوئی۔ تب تک وہ کس ہدایت کے بموجب عمل کرتے تھے۔

(۴۰) مرنے کے بعد روحیں جسم کے ساتھ رہتی ہیں یا جسم سے علیحدہ رہتی ہیں اگر جسم کے ساتھ رہتی ہیں۔ تو جسم گل سڑ جاتا ہے یا جلا دیا جاتا ہے۔ انکی روحیں کہاں رہیں گی اور اگر جسم سے علیحدہ رہتی ہیں تو کہاں رہتی ہیں۔

(۴۱) حضرت آدم کو خدا نے کب پیدا کیا۔ قرآن شریف سے ثابت کرو۔؟

(۴۲) جو بچے بچپن ہی میں مرجاتے ہیں وہ دنیا میں کیوں بھیجے جاتے ہیں؟

(۴۳) ایسے مرنے والے بچوں کو جنت ملیگا یا دوزخ۔ اور اگر جنت ملیگی تو کس عمل کا پھل ہے۔ اور اگر دوزخ تو وہ کن کرموں کی سزا ہے؟۔

(۴۴) قیامت کب ہوگی۔ جتنے برس بعد ہو قرآن شریف سے ثابت کرو۔؟

(۴۵) جانوروں میں روح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو روح کی کیا تعریف ہے جو جانوروں میں نہیں ملتی۔ اور خدا کا لوگوں کو سور بنا دینے کا ارشاد قران شریف میں کیا معنی رکھتا ہے؟ اگر جانوروں میں روح ہے تو پرماتما نے ان کو کس لئے پیدا کیا؟

(۴۶) خدا بحیثیت خیال کے دور رہتا ہے تو جبرائیل کے ذریعہ سے قران شریف کیوں نازل کیا گیا۔ اور اگر خدا اور انسان کے درمیان میں فاصلہ ہے تو خدا حاضر ناظر نہیں رہ سکتا۔؟

(۴۷) خدا نے دنیا کو ایک ہی مرتبہ پیدا کیا یا اول مرتبہ؟ اگر پہلے بھی پیدا کی تو کتنی بار اور کب کب قران شریف سے ثابت کرو۔ اور اگر اب کی ہی مرتبہ پیدا کی تو کیوں پیدا کی؟

(۴۸) جیو کام کرنے میں خود مختار ہے یا نہیں؟ اگر خود مختار نہیں تو اس کو سزا و جزا کیسی اور اگر خود مختار ہے تو جو کام انسان کریگا۔ اسکو خدا جانتا ہے یا نہیں اگر کہو نہیں جانتا تو وہ علیم کل نہیں اور اگر جانتا ہے تو انسان وہی کام کریگا جو خدا جانتا ہے۔ کیونکہ خدا کے علم کے برخلاف نہ کرنے سے وہ مجبور ہے کیونکہ خود مختار کہاں رہا۔؟

(۴۹) خدا نے یہودیوں کو سنیچر عیسائیوں کو اتوار اور اہل اسلام کو جمعہ متبرک دن بتائے ہیں؟ الہام میں اس تبدیلی کی ضرورت کیوں ہوئی۔؟

(۵۰) ہندوستان پہلے پہل کس وقت دنیا کو معلوم ہوا؟ پھر کیا وجہ آج تک خدا نے کوئی بھی الہام ہندوستان کو نہیں دیا۔ اگر کہو دیا تو وہ سوائے ویدوں کے کونسا الہام ہے۔؟

(۵۱) قران شریف کی اس آیت کے کیا معنی کرو گے۔ "جو لوگ کافر ہیں انکو سمجھانا یا نہ سمجھانا برابر ہے۔ کیونکہ وہ کبھی بھی یقین نہ کریں گے۔ خدا نے انکے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی ہے۔ ان کو آنکھوں سے دھندلا دیکھتا ہے۔ اور ان کو بڑی سخت سزا ملیگی"۔ کیا اس سزا ملنے کی وجہ بتا سکتے ہو۔؟

(۵۲) آپ [illegible]

یہاں فضول تھا تو لگایا کیوں گیا تھا - اور لگایا گیا تھا تو اس کے پھل کھانے میں آدم نے کیا عیب کیا - ؟

(۵۳) اس پھل کو اب حضرت آدم کی اولاد کھاتی ہے یا نہیں - اگر کھاتی ہے تو ان کو کیا سزا ملیگی ؟

(۵۴) خدا کے قانون میں اور قرآن کی آیتوں میں ہمیشہ ترقی ہوتی رہی ہے یا جو آیت ایک مرتبہ دیگئی وہ کبھی منسوخ نہیں کی گئی - اگر ہمیشہ ایک آیت منسوخ ہوکر دوسری آیت دیگئی ہے تو خدا مستقل المزاج نہیں ہے -

ایک حکم آج دینا اور کل منسوخ کرتا ہے - اور اگر منسوخ نہیں کیگئی تو اسکی کیا تعبیر کر دیگے ''جو آیت ہم منسوخ کریں گے - یا تجھکو بھلا دیں گے ہم اس سے عمدہ یا اسکے مطابق بنا دیں گے - ؟

(۵۵) خدا نے فرمایا تھا - کہ ''پورب و پچھم دونوں کا مالک خدا ہے - اس لئے جس طرف تم منہ کرکے خدا کی عبادت کروگے - اس طرف خدا کا منہ ہوگا'' مگر پھر اس میں تبدیلی کرکے صرف پچھم کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے بتانے میں کیا مصلحت سمجھی -

(۵۶) قرآن شریف تمام دنیا کے لئے نازل ہوئی یا صرف عرب کے لئے اگر تمام دنیا کے لئے نازل ہوئی - تو ابراہیم کے مانگنے پر اسرائیل اور اسکی اولاد و بیکب کے لئے قرآن کا نازل کرنا کیا معنی رکھتا ہے - اور اگر تمام دنیا کے لئے نہیں ہوگی تو ہندوستان کے لوگوں کو مسلمان کرکے کیوں گرفتار بلا کیا گیا ہے ؟

(۵۷) خدا تمام نبیوں کو ایک ہی طریقہ میں پیدا کرتا ہے یا جدا جدا طریقہ میں ؟ اگر جدا جدا طریق میں پیدا کرتا ہے - تو کیوں ؟ اگر ایک ہی طریقہ میں پیدا کرتا ہے تو حضرت عیسی مسیح کو کنواری سے اور حضرت محمد صاحب کو بیاہی عورت سے کیوں پیدا کیا ؟

(۵۸) کنواری کے پیدا ہوئے لڑکے زیادہ پاک ہوتے ہیں یا بیاہی عورت کے اگر کنواری کے زیادہ پاک ہوتے ہیں تو حضرت محمد صاحب جو آخری نبی بتائے جاتے ہیں وہ کنواری کے پیٹ سے کیوں نہیں پیدا کئے گئے - اور اگر کنواری کے لڑکے

زیادہ پاک نہیں ہوتے تو حضرت عیسیٰ مسیح کو خدا نے کیوں کنواری کے پیٹ سے
پیدا کیا ؟

(۵۹) کیا جو آئیتیں اسوقت بیسویں جیسے متبنیٰ بیٹے کی عورت سے نکاح
کا جائز کرنا اب یہ آیت کسی مصرف کی نہیں کیونکہ حضرت محمد صاحب سے پہلے
کسی شخص نے متبنیٰ کی عورت سے شادی نہیں کی۔ کیونکہ جائز نہیں تھی۔ حضرت
کے بعد کسی نے نہ کی۔ کیونکہ متبنیٰ ہی جائز نہیں رہا۔ کیونکہ اہل اسلام میں متبنیٰ
ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ قران کے اندر الہام کا حصہ ہیں یا مصلحت کی وجہ سے
اگر مصلحت کی وجہ سے ہیں تو قران شریف کا حصہ نہیں ہو سکتیں۔ اور اگر مصلحت
سے نہیں ہیں۔ تو وہ الہام کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ جسکی پابندی صرف ایک آدمی
کے لئے ہو۔

(۶۰) حضرت محمد صاحب اور زینب کی شادی شرع کے موافق ہوئی یا شرع کے
خلاف اگر شرع کے موافق ہوئی تو قاضی اور گواہان کے نام بتاؤ۔ اگر خلاف ہوئی
تو خدا کے رسول نے شرع کے خلاف عمل کیوں کیا ؟

(۶۱) مادہ کو اسلام کے عالم پیدا شدہ بتلاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اگر خدا
مادہ سے سرشٹی پیدا کرے تو وہ کمہار کی طرح جوڑنے والا ہے اسکو صانع کہہ سکتے
ہیں۔ خالق نہیں کہہ سکتے۔ لیکن قران شریف کے دیکھنے سے یہ بات غلط ثابت ہوتی
ہے۔ کیونکہ خدا نے آدمی کو مٹی سے اور جنوں کو آگ سے اور فرشتوں کو نور سے پیدا
کیا۔ علماء قران شریف بتادیں کہ خدا نے کونسی چیز نفی سے پیدا کی۔

(۶۲) ایک طرف تو قرآن شریف کو الہام کہا جاتا ہے اور قران شریف سورۃ
بقر میں کتاب کا اتارنا لکھا ہے۔ الہام دل میں ہوتا ہے۔ کتاب ہاتھ میں دیجاتی
ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ قران شریف کی آئیتیں جبرائیل فرشتہ نے حضرت کو بتلائیں
جو نہ الہام کی تعریف میں آسکتا ہے نہ کتاب کے نازل کرنے میں کہہ سکتے ہیں

(۶۳) جبرائیل خدا سے ہمکلام ہو سکتا ہے یا نہیں اگر ہو سکتا ہے تو خدا جبرائیل سے
کس زبان میں بات کرتا ہے اور اگر نہیں ہو سکتا تو جبرائیل حضرت محمد صاحب تک کس

خدا کا پیغام پہنچاتے تھے۔

(۶۴) کیا خدا بُت پرستوں کو بہشت میں بھیج سکتا ہے اگر نہیں بھیج سکتا تو وہ قادر مطلق نہیں۔ اگر بھیج سکتا ہے تو اسلام کی کیا ضرورت تھی۔

(۶۵) سورۃ العلق میں لکھا ہے کہ خدا نے آدمی کو جمے ہوئے لہو سے پیدا کیا۔ اور سورۃ الحجر میں آدمی کی پیدائش بجنے والی مٹی سے اور کیچڑ سڑے ہوئے سے پیدا کرنا لکھا ہے۔ ہر دو میں سے کون صحیح ہے؟

(۶۶) نماز وضو کر کے پڑھنے کی ہدایت قرآن شریف میں ہے مگر اگر پانی نہ ملے تو ریت سے۔ ہاتھ منہ دھونے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اہل اسلام بتلا دیں کہ ریت سے ہاتھ منہ دھونا کونسا سائنٹفک یا روحانیت کا اصول ہے۔

(۶۷) روزہ رکھنے میں کیا مصلحت ہے۔ اگر رات کو کھانا اور دن میں بھوکا مرنا اچھا ہے تو دن کو کھانا اور رات کو بھوکا مرنا کیوں اچھا نہیں۔

(۶۸) اگر روزہ رکھنے سے صحت جسمانی کا خیال ہے تو صرف ایک خاص ماہ ہر قسم کی مزاج کے لئے کیونکر موزوں ہوگا۔

(۶۹) اگر بھوکا رہنے میں مصلحت تھی تو کیوں جبتک سفید تاگا سے سیاہ تاگا نہ پہچانا جاسکے لائق اور جالانہ ہوجاوے۔ کھائے جانے کی ہدایت ہے۔ اگر بھوکا رہنا مقصود نہیں ہے تو روزہ فضول ہے۔

(۷۰) جانوروں کا مارنا پاپ ہے یا پُن۔ اگر پاپ ہے تو ایسا حکم قرآن شریف میں کیوں دیا گیا ہے؟ اگر پُن ہے تو مکہ شریف کو جاتے ہوئے ایسا کرنے سے کیوں باز رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

(۷۱) خدا نے قرآن شریف میں جگہ جگہ سب سے بڑا انعام باغوں میں جن میں دریا بہتے ہوں تبلایا ہے۔ کیا یہی انعام ہندوستان کے ممالک مغربی و شمالی کے دوآبہ حصہ کے لئے بھی کافی ہوگا اور ان کے لئے تسلی بخش ہوگا۔

(۷۲) انعامات جو اللہ تعالیٰ نے تبلائے ہیں وہ ہر آدمی کے لحاظ سے تبدیل ہونگے یا نہیں۔ اگر تبدیل نہیں ہونگے تو مالک کے ہر شخص کے لئے وہ اتنے ہی مفید ہوں جتنے

عرب کے رہنے والے لوگوں کے لئے اس میں کیا دلیل ہے- اور اگر تبدیل ہوتے رہینگے تو قرآن شریف کی کس آیت کے موجب ؟

(۷۳) بھوکے مرنے میں تعداد مقرر کرنے میں، اور وہ صرف ایک ماہ مقرر کرنے میں کیا مصلحت ہے-

(۷۴) کیا ہر شخص کو روزہ رکھنا لازمی ہے ؟ اگر ہے تو کیا کسی گناہ کا کفارہ ہے اگر ہے تو کس کا ؟

(۷۵) قرآن شریف میں جو زمین کو بستر سے مثال دیگئی ہے اور آسمان کو چھت ہے اس کے کیا معنے ہیں کیونکہ سائینس بتاتی ہے کہ آسمان کوئی چیز نہیں ہے- اور زمین یکساں نہیں ہے- کہیں اونچی ہے کہیں نیچی ہے-

(۷۶) روزہ رکھنے کی ہدایت صرف تندرست آدمی کیا ہے جو گھر سے باہر نہ ہو یعنی سفر میں نہ ہو کیگئی ہے- ایسی صورت میں روزہ رکھنا تندرست آدمی کے لئے ہمیشہ مضر ہوگا- کیونکہ بھوکا مرنا قبض کی بیماری کا علاج ہے- مگر مریض کو روزہ رکھنے کی ہدایت نہیں- اور تندرست کو روزہ مفید نہیں- پھر روزہ رکھنے سے کیا فائدہ ؟

(۷۷) خدا نے تمام بت پرستوں کو پیدا کیا یا نہیں- اگر پیدا کیا تو اسنے قرآن شریف میں بت پرستوں کو مارڈالنے کی ہدایت کیوں کی اور کہا کہ بت پرستی سے قتل اچھا ہے- اگر پیدا نہیں کیا تو خدا کے علاوہ اور بھی کسی کو خالق ماننا پڑیگا-

(۷۸) کیا خدا کے لئے ہر جگہ یکساں ہے اگر ہے تو مکہ شریف میں جانے کی ہدایت قرآن شریف میں کیوں کی گئی ہے- اور اگر یکساں نہیں ہے- تو اسکی کیا وجہ ہے ؟

(۷۹) ہر مسلمان کے لئے زیارت مکہ لازمی قرار دیگئی ہے- یہ ایک قسم کی شہر پرستی نہیں تو کیا ہے-

(۸۰) سود لینا خدا نے قطعی منع کیا ہے اور جو لوگ سود لیتے ہیں اُن کو دوزخ میں جانے کی خوش خبری سنائی ہے- کیا دنیا کے کاروبار بنا سود لئے چل سکتے ہیں- اور اس اصول کو اہل اسلام اب بھی ٹھیک جانتے ہیں

(۸۱) اگر سود لینا منع ہے تو خدا خود کیوں سود پر روپیہ لینے کے لئے کہتا ہے اور لوگوں کو

دلگیا اور واپس دینے کا وعدہ کرتا ہی؟

(۸۲) قرض دینے کے لئے بتلایا گیا ہی کہ دو گواہ ہوں - اور اگر دونوں گواہ مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں - اہل اسلام بتا دیں کہ کیا ایک مرد دو عورتوں کے برابر ہی یا اس میں کیا مصلحت ہی -

(۸۳) کیا خدا کے پاس فرشتوں کی فوج ہر وقت رہتی ہے - اور وہ اہل اسلام کے ان کے ذریعہ مدد کرتا ہی - اگر یہ ٹھیک ہی تو پچھلی اٹلی کی لڑائی میں اور ہندوستان کی دیگر مختلف لڑائیوں میں خدا نے یہ فوج کیوں نہیں بھیجی

(۸۴) کیا تھوڑی فوج سے بڑی فوج کا مقابلہ کرکے شکست دینا صرف خدا کی فرشتوں کا کام ہی - اور اسبات کی دلیل ہی کہ جو شخص ایسا کر رہا ہی وہ جنرل نبی ہے - اگر ایسا نہیں ہے تو خدا کیوں بار بار یہ شیخی بگھارتا اور لوگوں کو حضرت محمد صاحب کی نبوت کیطرف رجوع کرتا ہی اور اگر ایسا ہی تو ولائیت والوں میں لارڈ کلائیو اور نپولین نبی کیوں نہیں؟

(۸۵) اگر تواریخ ٹھیک ہی تو لارڈ کلائیو نے سراج الدولہ کو شکست دی - اور اسکی فوج کی تعداد بہت کم تھی - کیا اسی وقت یہ خدا کی پہلو تہی کرنا اور مسلمانوں کی سلطنت کو غارت کرنا قرآن شریف کے وعدہ کے خلاف نہیں ہی -

(۸۶) اگر ایک جانور قریب لمرگ ہو اور اسکو ایک مسلمان حلال کرکے کھالیوے تو وہ گناہ نہیں ہے - مگر اگر وہ اپنی قدرتی موت مر جاوے تو وہ گناہ ہے - کیا ان دونوں فلاسفیوں کی کوئی سائنٹیفک وجہ ہے -

(۸۷) خدا نے قرآن شریف کے اندر سور کا گوشت حرام قرار دیا ہی - اسکی کیا وجہ ہی کیا اسکی یہ وجہ ہی کہ وہ ناپاک و نجس چیز کو کھاتا ہے - اگر یہ ہی وجہ ہی تو مرغی جو تمام دن کوڑی پہ ہی چرتی پھرتی ہے - اسکو کھانا کیوں نہیں منع کیا گیا -

(۸۸) جھٹکے اور حلال میں کیا فرق ہے - دونوں ایک ہی جیسی گناہ کیوں نہیں ہیں؟

(۸۹) قرآن شریف میں گرا کر مارے ہوئے جانور کو کھانا منع لکھا ہی - اس کی کیا وجہ ہے -

(۹۰) دوسرے جانوروں کے مارے ہوئے کو کھانا منع ہی - مگر پھر

قرآن شریف میں کتوں کے بارسے ہوسنے کو کہنا جائیز بتایا گیا ہی - اسمیں کیا بھید ہی -

(۹۱) قرآن شریف میں خدا دشمنی اور حقارت عیسائیوں میں پیدا کرنیکا اقرار ہی پھر ایسے خدا کو عادل کس طرح کہہ سکتے ہیں -

(۹۲) انسان کا آخری مقصد دنیا میں کیا ہے ؟ اگر جنت نصیب کرنا ہے تو یہ خدا کے اس کام سے ثابت نہیں ہوتا کہ اُسنے روحوں کو ایسی لوگوں میں جو مسلمان نہیں ہیں پیدا کر کے ناممکن کر دی ہی - اور اگر جنت نہیں ہی تو اور کیا ہی ؟

(۹۳) جیو مادی ہے یا غیر مادی - اگر مادی ہے تو مادہ میں ادراک نہیں ہو سکتا مگر جیو آتما چیتن ہوتا ہی - اگر کہو غیر مادی ہے تو قرآن شریف کے خلاف -

(۹۴) انسان و حیوان کی روحوں میں کیا فرق ہے - آیا ان کو بھی قیامت کے دن ابدی دوزخ و بہشت ملیگی - اگر ملیگی تو وہ کس کرم کا نتیجہ ہوگا - کیونکہ ان کو قرآن شریف پڑھنے اور سمجھنے کی قابلیت خدا نے ہی نہیں دی - اگر بہشت ملیگا تو کیوں ؟

(۹۵) دنیا میں سوائے پرماتما کے اور کوئی شے دنیا کے پیدا کرتے وقت موجود تھی یا نہیں - اگر تھی تو وہ کیا تھی اور یہ مسلہ مذہب اسلام کے عقاید کے خلاف ہی اگر موجود نہیں تھی تو دنیا کو پرماتما نے کس چیز سے پیدا کیا - اگر کہو قدرت سے تو قدرت جوہر ہے یا صفت - اگر جوہر ہے تو پرماتما کے علاوہ ایک اور چیز ماننی پڑی اور اگر کہو صفت ہے تو صفت جوہر پیدا کر نہیں سکتی - ؟

(۹۶) خدا حاضر و ناظر ہے یا نہیں - اگر ہے تو وہ ساتویں آسمان پر رہتا ہی - اسکی کیا تعبیر کروگے - اور اگر حاضر و ناظر نہیں ہے - تو اسکو دنیا کے حالات جاننے کا کیا ذریعہ ہے ؟

(۹۷) خدا میں خواہش کسی چیز کے پیدا کرنے کی ہوتی ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں ہوتی تو وہ دنیا کس طرح پیدا کرتا ہے - اور اگر خواہش ہوتی ہی - تو وہ مادی من کا محتاج ہوگا کیونکہ من کا فعل ہی -

(۹۸) اگنی پانچوں عنصروں میں تبدیل ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اگر ہو سکتی ہے تو

واقعہ ہے۔ اور اگر نہیں ہو سکتی تو فرشتے کس طرح جسم دھارن کر سکتے ہیں۔

(۹۹) جو آدمی کسی دوسرے انسان کو مارتا ہے وہ خدا کے حکم سے ایسا کرتا ہے یا اسکے حکم کے خلاف۔ اگر خدا کے حکم کے بموجب ایسا کرتا ہے تو انسان کا مار ڈالنا گناہ نہیں ٹھیرتا۔ اور اگر اسکے حکم کے خلاف مارتا ہے تو مرنے والے کو جو تکلیف پہونچتی ہے۔ وہ اس کے کس فعل کا نتیجہ ہے اور خدا اپنے حکم کے توڑنے والوں کا علاج نہ کر سکنے کی وجہ سے قاصر ٹھیرتا ہے۔

(۱۰۰) دنیا کب سے بنی اور کب تک قائم رہیگی؟ قرآن سے بتاؤ۔ اگر اسکی میعاد مقررہے تو وہ کیا ہے قرآن سے ثابت کرو۔ اور وہ میعاد مقررہ ہوتے ہیں کیا فلاسفی ہے؟

دھرم بچاؤ بڑھاؤ

(از نتیجہ فکر شریمان مہاشہ بندرا پرشاد شباب سیتاپوری)

عزت کی طلب ہو تو دھرم بچاؤ بڑھاؤ
انسانوں سے بھولے سے بھی نفرت نہ کرو تم
غمخوار ہو" اور یتیموں کے معاون
ہو پاک طبیعت وہ اپنا سے ہو الفت
عالم ہو اگر تم تو کرو علم کی عزت
ہندو نہ کہو اپنے کو توہین ہے اسمیں
سندھیا بھی کرو اور ہون یگیہ ہمیشہ
ست سنگ بھی نیکو نہیں بڑھاؤ تو ہے بہتر
کچھ پاس ہو رکھنا تو دھرم کا ہی رکھو پاس
انسانوں پر الفت سے رہو شیر و شکر تم

سر آنکھوں پہ عالم کے لئے فرش بچھاؤ
بچھڑے ہوئے لوگوں کو کلیجے سے لگاؤ
بیواؤں کے بھی دکھ میں ذرا ہاتھ بٹاؤ
بھولے سے جہانتک ہو کبھی گوشت نہ کھاؤ
کچھ کام کرو اپنے کو عامل بھی بناؤ
تم ہو آریہ بنو مشرک و وحشی نہ کہاؤ
ایشور کی عبادت میں زبان اپنی ہلاؤ
بدکاروں کی صحبت سے نشست اپنی اٹھاؤ
جان اپنی نکل جائے مگر یہ نہ گنواؤ
لوگوں پہ جتانا ہو تو اخلاص جتاؤ

قربان جو ہو جاؤ شباب اپنے دھرم پر
سوامی کی طرح تم بھی شہیدوں میں کہاؤ

از

(حکیم چھدامی لال قمر ایڈیٹر خبار سوداگر میرٹھ)

سنسار میں چال چلن ہی سب سے بڑی متحرک طاقت ہی - نیک چلنی سے انسانی خاصہ کا سب سے اعلیٰ نمونہ ظاہر ہوتا ہے - کیونکہ صرف نیک چلنی ہی سے آدمی سب سے اعلیٰ رتبہ کو پہنچ سکتا ہے -

سنسار میں عموماً اُس شخص کی عزت سب سے زیادہ کی جاتی ہی جو بہ نسبت اوروں کے کسی خاص صفت کے زیادہ ہونیکی وجہ سے عوام میں مشہور ہو جاتا ہی جو شخص جفاکش - عالم - فاضل - اعلیٰ اصولوں کا پابند اور ایماندار ہوتا ہی - اُسکو سب آدمی عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں - انسان قدرتی طور پر ایسے آدمیوں کا یقین کرنے لگ جاتا ہی - اور اُنپر بھروسہ کرتا اور انہیں کے اصولوں پر چلنی کی کوشش کرتا ہے جو سب میں نیکنام ہوں - یہ دنیا ایسی ہی دھرماتما لوگوں کے سہارے پر قائم ہے اگر ایسی اشخاص سنسار میں موجود نہ ہوں تو یہ سرائے فانی بود و باش کے قابل نہ رہے -

عالم اور عقلمند آدمی کی تو صرف تعریف ہی ہوا کرتی ہی مگر جو شخص نیکنام ہوتا ہے - سب لوگ اسکی عزت اور قدر کرتے ہیں - اول الذکر تو دماغی قوت سے کام لیا کرتے ہیں مگر آخر الذکر کے ہر کام کا دارومدار صرف دل ہی پر ہے - اِسی وجہ سے کہنا پڑتا ہی - کہ زندگی کی حکومت دل کے ہی حصہ میں آئی ہے گویا جسم میں دل ہی سب سے ضروری اور کارآمد چیز ہے -

ہر ایک سوسائٹی میں جو حصہ عاقل ممبران کا ہوتا ہے وہ بمنزلہ اُس سوسائٹی

کے دماغ کے ہے اور نیک اطوار ممبران کا جو نصیب کسی سوسائیٹی میں ہوتا ہے اُسکو
اُس سوسائیٹی کی کانسٹنس سے مشابہت ہے۔ اسی وجہ سے ہر ایک سوسائیٹی یا
قوم میں اول الذکر کی تعریف اور موخر الذکر کی نقلید ہوتی ہے۔

دُنیا میں بہت کم آدمی نیک نام ہوتے ہیں کیونکہ ہمارے دُنیوی تعلقات عموماً
اسقدر محدود ہوتے ہیں کہ بہت کم آدمیوں کو ترقی کرنیکا موقعہ ملتا ہے۔ مگر پھر بھی
ہر ایک آدمی اپنے فرائض کو ایمانداری اور ہمت سے اپنے مقدور اور لیاقت کے
موافق انجام دے سکتا ہے وہ اپنے ذاتی جوہروں کو بجائے بُرے مقصد کے اچھے
کاموں میں استعمال کر سکتا ہے یعنی وہ اپنی زندگی حتی الامکان عمدہ طور پر بسر کر سکتا
ہے۔ کیونکہ وہ چھوٹے چھوٹے معاملات ہی میں انصاف۔ دیانتداری اور وفاداری
کا اظہار کر سکتا ہے۔ غرضیکہ جس قابل ایشور نے اُسے بنایا ہے اُسی کے مطابق وہ
اپنے فرائض ادا کر سکتا ہے۔ گو یہ روزمرہ کے واقعات بہت حقیر اور چھوٹے چھوٹے
معلوم ہوتے ہیں مگر سچ تو یہ ہے کہ اپنے فرائض کو پورا کرنا ہی زندگی کا سب سے
اعلیٰ مقصد اور انسان کا پاک ترین وصف ہے۔

اپنے فرائض کو ادا کرنے کا خیال ہم کو نہ صرف اپنی نیکنامی قائم رکھنے میں مدد
دیتا ہے بلکہ وہ ہمارے روزمرہ کے واقعات میں بھی کارآمد ہوتا ہے۔ اِس لئے
اگر زندگی کو عام فرائض کے پورا کرنے کا مرکز یا ذریعہ کہا جاوے تو بیجا نہ ہوگا۔

ہر کسی انسان کے اوصاف جو اُس کے روزمرہ کے کاروبار سے ظاہر ہوتے ہیں
ہمارے اوپر بہت بڑا اثر ڈالتے ہیں۔ چنانچہ ہم انہیں کے مطابق اُسکے بارے
میں اپنی رائے قائم کر لیتے ہیں۔ اور یہ اوصاف کبھی ضائع نہیں ہوتے بلکہ
عرصہ تک قائم رہتے ہیں۔

ایسی صفات یا اوصاف جو غیر معمولی طور پر عمل میں آتے ہیں اکثر خطرناک
ہوتے ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ بقول برک صاحب جو آدمی صرف زیادہ بہادرانہ
کاموں ہی میں حصہ رکھتا ہے۔ وہ ظاہر میں ہم کو کمزور یا عیاش معلوم ہو کیونکہ
ایسے بہادرانہ اوصاف اُس سے روزمرہ کے کاروبار میں ظہور پذیر نہیں ہوتے۔

ڈاکٹر ایبٹ (بعدہٗ آرک بشپ او کنٹربری) اپنے مرحوم دوست طامس بیلکیول کے چال چلن کی بابت لکھتے ہوئے اِس بات پر کچھ زور نہیں دیتے کہ وہ ایک عالی دماغ مدبر اور خوش رقم شاعر تھے بلکہ وہ خاص طور پر اسکی اُس خوبی پر توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اپنے تعلقات دنیوی میں ہر ایک فرض باحسن الوجوہ ادا کیا کرتے تھے۔ اِن لاجواب نایاب اوصاف سے موصوف تھے۔ اُن سے بڑھکر اپنی بیوی کا شیدائی۔ اپنے بچوں کا مربی۔ اپنے احباب کا وفادار ہمدم اپنے اعدا کا مہربان اور سب سے بڑھکر یہ کہ اپنے وعدہ کا پابند ہونا بہت مشکل ہو۔

درحقیقت ہم کسی آدمی کی خوبیوں کی قدر اُسی وقت کر سکتے ہیں۔ جبکہ ہم اُس کا برتاوا جو وہ اُن آدمیوں کے ساتھ کرتا ہو۔ جو اُس کے قریبی متعلقین ہیں دیکھتے ہیں یا اُس کے اُن فرائض کے اداکرنے پر نگاہ ڈالتے ہیں جو ظاہراً معمولی ہوتے ہیں بہ نسبت اُس کے ہم اس کے اُن اطوار پر غور کریں جو اِس سے پبلک کے سامنے حیثیت مصنف۔ لیکچرار یا مدبر کے عمل میں آتے ہیں۔

ہمارے روزانہ دُنیوی تعلقات برتنے میں فرض کی ادائیگی ضمنی رہنمائی کرتی ہے اِس سے بھی زیادہ نیک، آدمی کو اُس کے نیک اطوار قائم رکھنے میں مدد دیتی ہو۔

یہ ممکن ہے کہ کسی انسان کے پاس روپیہ یا جائیداد نہ ہو یا اُسنے عِلم نہ حاصل کیا ہو مگر تو بھی وہ دل کا غنی۔ جوشیلا۔ ایماندار۔ راستباز اور وفادار ہو سکتا ہے۔

جو شخص اپنے فرائض کو اداکرنے کی کوشش کرتا ہو۔ وہ اُس مقصد کو پورا کرتا ہو جس کے واسطے کہ خالق عالم نے اُسے پیدا کیا ہو۔ اور وہ اپنے میں سداچار کی اصولوں کی بنیاد قائم کرتا ہو۔ دُنیا میں اکثر ایسے بھی انسان ہوتے ہیں جن کے پاس اپنے اُن کے نیکنام کے اور کوئی اثاثہ نہیں ہوتا۔ تاہم اُنکی اتنی ہی عزت ہوتی ہو جتنی کسی بڑے بادشاہ کی ہو سکتی ہے۔

نیک اور پاک اطواروں کے واسطے لیاقت علمی کا ہونا کچھ لازمی نہیں ہو۔ جارج ہربرٹ صاحب کا مقولہ ہے کہ مُٹھی بھر (تھوڑے) نیک چلن علم کے انبار سے بدرجہا بہتر ہیں۔

اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ علم کی بیقدری کیجاوے۔ بلکہ فضیلت اور نیکی کو آپسمیں ملا دینا چاہئے۔ علم کبھی کبھی بہت کمتر اور بد اطوار شخص کو بھی ہر پاپت ہو جاتا ہے اور لبا اوقات کمینہ پن اور غرور پیدا کر دیتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی ایسے شخص کو دستکاری علم۔ اور سائینس میں مہارت حاصل ہو۔ لیکن بلحاظ ایمانداری۔ نیکی۔ راستبازی اور فرائض کی ادائیگی کے وہ ایک غریب اور جاہل دیہاتی کے ہمپایہ نہ ہو سکے بلکہ اغلب ہے کہ وہ اس لحاظ سے اُس دیہاتی سے بدرجہا کم ہو۔

پرتھس صاحب نے اپنے ایک دوست کو لکھا تھا۔ کہ میں آپکے اس خیال سے کہ عالم آدمی بہت زیادہ عزت کا مستحق ہے متفق الرائے ہوں۔ مگر اس کے ساتھ ہی میں آپکو یاد دلاتا ہوں کہ عالم اور فاضل شخص کی عزت کرتے ہوئے آپ یہ نہ بھول جاویں کہ فراخدلی۔ دوراندیشی۔ تجربہ کاری۔ سلیقہ شعاری۔ سکار پردازی کی متانت۔ لیاقت راستی کی محبت۔ ایمانداری اور سرلعزیزی ان سب اوصاف سے عالم سے عالم اور فاضل سے فاضل اشخاص بھی مُبرا ہو سکتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ سب سے زیادہ عزت کے مستحق نہیں ٹھہرائے جا سکتے۔

سر والٹر سکاٹ نے ایک مرتبہ کسی شخص کو یہ کہتے سُنا تھا کہ بہ نسبت اور خوبیوں کے علم اور قابلیت کی سب سے زیادہ عزت اور قدر ہونی چاہئے۔ اسموقعہ پر اُنہوں نے فرمایا تھا۔ دو خدا بچاوے۔ اگر یہی اصول ٹھیک اور درست ہے تو دُنیا پھر کس کام کی ”میں نے بہت ہی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور نہائت عقلمند فہیم اور ذکی اشخاص سے اس بارے میں میرا مباحثہ رہا ہے۔ چنانچہ میں آپکو یقین دلاتا ہوں۔ کہ مینے بہت سے جاہل مرد اور عورتوں کے مُنہ سے بہ نسبت اچھے اچھے عالموں کے بہت اعلیٰ ترین خیالات کا اظہار ہوتے ہوئے پایا ہے۔ خاصکر ان موقعوں پر جبکہ وہ تکلیفوں اور مصیبتوں کو بہادرانہ طریقہ پر برداشت کرتے ہوئے اپنے حالات کا بیان کرتے ہیں یا اپنے دوستوں اور پڑوسیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

ہم اپنے اصلی حالات کو صرف اسی وقت سمجھ سکتے ہیں جبکہ ہم کو یہ خیال ہو جاوے کہ بمقابلہ دل کی تربیت کے اور سب اوصاف ظاہری ہیں یعنی سب سے ضروری دل کی

تربیت ہے۔

ہم کو اپنے آچار کو سدہارنے یا اپنے اطوار کو نیک بنانے کے واسطے بہ نسبت علم کے دولت کی اور بھی کم ضرورت ہے بلکہ برخلاف اسکے دولت اکثر ہمارے اطوار کو بگاڑ دیتی او رہم کو ذلیل بنا دیتی ہے۔

دولت اور اوباشی و عیاشی و بدکرداری کا آپسمیں بہت ہی گہرا تعلق ہے دولت ایسے شخص کو جس کے ارادے مستقل نہ ہوں ۔ جو اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکتا ہو نیز شہوت پرست ہو۔ طرح طرح کی برائیوں پر جو اسکو نیز اسکے متعلقین کو ایذا رساں ہوں راغب کر دیتی اور ان میں جکڑ دیتی ہے۔

جو شخص غریب ہوتے ہیں ان میں بہت سے سدا چاری اور نیک چلن والے پیدا ہو سکتے ہیں ۔ ایک غریب محنتی ۔ کفایت شعار ۔ اور ایماندار آدمی سچی انسانیت کے امتحان میں بہت اعلیٰ درجہ پا سکتا ہے۔

برنس صاحب کے والد نے ان کو یہ صلاح دی تھی "ہر کام کو دلیری کے ساتھ انجام دینا دولت کے غم میں غمگین نہ ہونا ۔ اور یہ یاد رکھنا کہ جب تک ایمان تمہارا حامی نہیں ہوتا دنیا میں تم کو کبھی نام نہیں ملتا۔

سیمیویل اسمائلس صاحب لکھتے ہیں کہ میری واقفیت میں سب سے اعلیٰ درجہ کا چال چلن اس مزدور کا تھا جو انگلستان کے شمالی حصہ میں رہتا تھا اور جسکو اپنے خاندان کی پرورش کرنے کے لئے صرف دس شلنگ فی ہفتہ کی آمدنی تھی اگرچہ اسنے ایک دیہاتی مدرسہ میں تعلیم پائی تھی مگر اسکا دل و دماغ سچائی اور دانشمندی سے بھرا ہوا تھا ۔ اس کے کتب خانے میں ایک انجیل تھی اور صرف دو کتابیں اور تھیں ۔ جب اسکی سادہ اور نیک زندگی کا خاتمہ ہوا تو وہ اپنے مرنے کے بعد اپنی عقلمندی اور سچی نیکی ۔ اور ہر ایک نیک کام میں مدد دینے کی وجہ سے اسقدر مشہور ہو گیا تھا کہ بہت سے امیر آدمی اسکی اس شہرت پر حسد رکھتے تھے۔

ہنری مارٹن لوتھر نے اپنی موت کے بعد کچھ روپیہ یا خزانہ بطور ترکہ نہیں چھوڑا تھا ۔ وہ تو غریب تھا کہ ... اسکو اپنی زندگی قائم رکھنے کے واسطے

خرادی - رڈائی - اور گھڑی سازی کا کام کرنا پڑتا تھا - مگر وہ انہیں دنوں میں جبکہ وہ اپنی زندگی ایسی غریبی کی حالت میں بسر کرتا تھا وہ اپنے ملک کے چال چلن کو سدھارتا تھا - اور بوجہ اسکی پارسائی اور عمدہ اخلاق کے بہ نسبت بہت سی جرمنی بادشاہوں کے اسکی زیادہ عزت ہوتی تھی اور بہت لوگ اس کے پیرو تھے -

چال چلن دنیا میں انسان کی سب سے عمدہ ملکیت ہے - سب اس جائیداد کی قدر اور عزت کرتے ہیں - اور وہ آدمی جو اس کو حاصل کرنے میں کوشاں ہیں اگرچہ دنیاوی مال و متاع کے نہ ہونے کی وجہ سے غریب ہوتے ہیں مگر ان کی محنت کا سب سے اچھا بدلہ یہ ہے کہ سب لوگوں میں ان کی عزت اور شہرت ہوتی ہے - درحقیقت دنیا میں اچھی اوصاف ہی کی قدر ہے - جفاکشی نیکی - اور سچائی کا اعلیٰ رتبہ ہے - اور جو شخص سب سے زیادہ نیکنام ہوتا ہے - اسکی عزت ہوتی ہے -

جو شخص حتی الامکان نیک اصولوں کے مطابق اپنے کام کرتا ہے - اسکو بہت جلد کامیابی حاصل ہو سکتی ہے - بشرطیکہ وہ ایمانداری سے اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں کوشاں ہو - اور اس طرح عمل کرنے سے اس میں راست روی - استقلال اور کام کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے -

سر سنجمین کا مقولہ ہے کہ یہ ضرور نہیں کہ کوئی شخص ضرور ہی امیر بنے یا عقلمند ہو مگر یہ لازمی ہے کہ ہر شخص کو ایماندار بننا چاہئیے - اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے علاوہ ایماندار ہونے کے اعلیٰ اصولوں پر کاربند ہونا چاہئیے - اور سچائی - دیانتداری اور راستبازی پر استقلال سے ثابت قدم رہنا چاہئیے - بے اصول آدمی ایک ایسے جہاز کی مانند ہے - جس میں مستول اور قطب نما نہ ہو - اور جس کو ہوا جس طرف چاہے گھماتی پھرے - ایسے شخص کی حالت اس ملک کی مانند ہے - جہاں کوئی قانون کوئی قاعدہ کوئی ضابطہ اور حکومت جاری نہ ہو *

عورت کی تابعیت

از

(حکیم چھدامی لال قمر ایڈیٹر سوداگر میرٹھ)

سوسائیٹی خاندان کے بزرگ کو افسر مانتی تھی اور اُس کے احکام بجالاتی تھی اسی کو
سلطانتوں نے اپنے سامنے رکھ کر شخصی سلطنتوں کا سلسلہ جاری کیا اور ان اشخاص
کے بیان کے موجب درحقیقت یہی طریقہ انتظام سلطنت کا قدرتی طریقہ ہے - بات یہ ہے کہ
جب کوئی طریقہ خواہ کیسا ہی لغو اور مکروہ کیوں نہ ہو رواج پکڑ جاتا ہے تو وہ قدرتی
معلوم ہونے لگتا ہے اور دنیا والے سمجھتے ہیں کہ چلو کام چل رہا ہے یہی دستور
مناسب ہے -

ہم جانتے ہیں کہ جو اصحاب اپنی حکومت کو دوسروں پر روا رکھنا چاہتے ہیں - اور
اُن کے پاس کوئی دلیل اُس برتاؤ کو جائز ثابت کرنے کے لئے نہیں ہوتی تب وہ اسبات
کے کہنے میں دریغ نہیں کرتے کہ چونکہ اُن کو قوت بازو نصیب ہوئی ہے - اُس کو
وہ کام میں لاتے ہیں جسکی لاٹھی اُسکی بھینس کا مسئلہ اُن کو صحیح معلوم ہوتا ہے اور
وہ اِس مسئلہ کو تمام دلیلوں میں قدرتی دلیل سمجھ کر پیش کرتے ہیں - فاتح اقوام اِس
بات کو کہ مفتوح قومیں ہمیشہ اُنکی فرمانبردار رہیں قدرتی فرمان تصور کرتی ہیں یا
دوسرے پاکیزہ الفاظ میں یوں کہئیے کہ اُن کے نزدیک کمزور اور اُن قوموں کو جو زیادہ جنگجو
خاصیتیں نہیں رکھتیں ہمیشہ بہادر اور مردانہ قوموں کے مطیع اور اُنکی زیر نگرانی
رہنا چاہیے - جن اصحاب کو درمیانی زمانہ (مڈل ایجز)
کے انسانی حالات سے ذرا بھی واقفیت ہے - وہ بتلا سکتے ہیں کہ کس طرح امیر کبیر بیچارے
[illegible] آدمیوں پر امراء کی [illegible] قدرتی [illegible] خیال کرتے [illegible]

خیال کہ کم درجہ کی جماعت کا کوئی بھی انسان اُن سے ہمسری کا دم بھرے۔ یا اُن کو اوپر حکومت کرنے کا اشارہ کرے۔ اُن کے نزدیک انسانیت کے اصولوں کے خلاف اور قانون قدرت کے برعکس تھا۔

یہ طریقہ برتاؤ ایسا عام اور قدرتی مانا جاتا تھا۔ کہ بیکسوں اور ماتحتوں کی جماعت بھی اُسکو نادرست یا غیر قدرتی نہیں خیال کرتی تھی۔ بیچارے غریب غلاموں اور حقداروں نے جنکو کہ آزادی کا پروانہ عطا کیا گیا۔ اُنھوں نے اپنے حقوق طلبی کی جدوجہد اور لا انتہا کشمکش کے زمانہ میں محض اسی پر اکتفا کیا۔ کہ اُنپر ظلم کم کردیا جاوے جو ستم کہ اُنپر جائز رکھے جاتے ہیں اُن میں حد کھینچ دی جاوے۔ اُنھوں نے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا۔ کہ اُن کو حکومت میں حصہ ملے یا اُن کو کوئی عہدہ ایسا دیا جاوے جس سے کہ اُن کا رعب اور دبدبہ قائم ہو۔

یہ سچ ہے کہ ہم ہر معاملہ کو جو غیر معمولی ہو۔ غیر قدرتی کہتے ہیں اور قدرت کے موافق انہیں امورات کو کہا جاتا ہے جو عام ہوگئے اور رواج پکڑ گئے ہوں۔

عورتوں کا مردوں کی ماتحتی میں رہنا عام رواج ہوگیا ہے۔ دنیا بھر میں یہ طریقہ عمل ہر جگہ نظر آتا ہے۔ اور اس لئے اگر ہم اس دستور میں فرق پاتے ہیں تو فوراً ہماری زبان تردید کے لئے کھلجاتی ہے۔ اور ہم کہنے لگتے ہیں کہ یہاں قدرت کے خلاف کارروائی ہورہی ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ انسانی جذبہ بھی کس طرح رواج کا مطیع ہوجاتا ہے۔ تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رواج میں وہ طاقت ہے کہ انسان اپنے واقعی جذبہ پر قابو نہیں رکھ سکتا اور رفتہ رفتہ اُس کے جذبات رواجات کے موافق تیار ہوجاتے ہیں۔ دنیا کے دور دراز کے باشندوں کو جبکہ وہ انگلستان کے متعلق کچھ حالات سنتے ہیں۔ سب سے زیادہ تعجب خیز یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ ملک ایک ملکہ کے زیر فرمان ہے وہ حیرت میں آجاتے ہیں جب اُن کو اس امر کا پتہ لگتا ہے کہ ایک استری راج گدی پر مسند نشین ہے۔

یہ واقعہ اُن کو اس قدر خلاف قدرت معلوم ہوتا ہے کہ یقین کرنے کو تیار نہیں ہوتے اُنکی طبیعت اس خبر کو صحیح تسلیم کرنے میں ڈانواں ڈول رہتی ہے۔ لیکن انگریزوں کے

لئے یہ واقعہ ذرہ برابر بھی خلاف قدرت نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ اس سلطنت کے عادی ہو گئے ہیں ہاں انگریزوں کو یہ بات ضرور غیر قدرتی معلوم ہوگی اگر عورتوں کو سپاہی بنا کر اُن سے ملک گیری کا کام لیا جاوے۔ یا اُن کو یہ حقوق عطا کئے جائیں کہ وہ پارلیمنٹ کی ممبر بن کر ملک کے اہم انتظامی معاملات میں دخل دیں۔ البتہ چند صدیاں پہلے کے زمانہ میں انگلستان میں ہی برخلاف آجکل کے عورتیں اگر جنگ اور ملکی انتظام میں حصہ لیتی تھیں تو غیر قدرتی نہیں کہا جاتا تھا۔ وجہ کیا تھی؟ محض یہ کہ عورتوں کے واسطے اس زمانہ میں لڑائیوں اور سلطنت کے بندوبست میں شامل ہونا معمولی بات تھی۔ یہ تسلیم کیا جاتا تھا کہ اعلیٰ رتبہ کے گھرانوں کی استریوں میں بہادرانہ خاصیتیں موجود ہونا قدرتی امر ہے۔ اور اُن کو اپنے خاوندوں اور والدین سے علاوہ قوت جسمانی کے کسی دوسرے طور پر کم نہ ہونا چاہیئے۔

یونان کے ملک میں یونانیوں کو استریوں میں خود مختاری کے جذبات کا موجود ہونا بمقابلہ دیگر قدیم زمانہ کے آدمیوں کے قدرے کم غیر قدرتی معلوم ہوتا تھا کچھ اُن کے کان میں اُن بہادر عورتوں کے قصے جن کو کہ وہ ایمزن Amazon کے نام سے یاد کرتے تھے اور جن کو کہ وہ سمجھتے تھے کہ وہ عورتیں ضرور اس دنیا میں پیدا ہوئیں۔ اور کارنمایاں کر گئیں۔ کھٹکتے رہتے تھے۔ اور کچھ سپارٹا کی عورتوں کی کارگذاریاں نظر پڑتی تھیں۔ یہ جملہ واقعات یونانیوں کو عورتوں کی خاصیتوں اور حقوق کی یاد دلاتے رہتے تھے۔ اگرچہ سپارٹا میں یونان کی دیگر ریاستوں کی طرح عورتیں قانوناً ماتحت ہی تصور کی جاتی تھیں۔ لیکن تب بھی وہ بمقابلتہً زیادہ آزادانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ مردوں کی طرح اُن کو بھی جسمانی کسرت سکھائی جاتی تھی۔ اور اس کسرت کی بدولت وہ مردوں کو دکھلاتی تھیں کہ اُن کو ہرگز اس نعمت سے محروم نہ رکھنا چاہئے۔ اُن کی کارگذاریاں کافی ثبوت اس امر کا تھیں کہ اُن کو جسمانی کسرت زیادہ بتلائی جاوے۔

پلیٹو یعنی افلاطون کے منجملہ دیگر اصولوں کے ایک یہ بھی اصول تھا کہ ملکی اور مجلسی معاملات میں مرد اور عورت دونوں کے حقوق کو برابر ماننا چاہئے۔ اور

ہم یہ ضرور کہیں گے کہ سپارٹا کی عورتوں نے اپنے کام اور قابلیت دکھلا کر افلاطون
کو اس رائے کے قائم کرنے میں بہت مدد دی
اُن عورتوں ہی کی وجہ سے افلاطون نے اس نیک اصول کا پرچار دُنیا میں کیا
یہ کہا جاتا ہے کہ مردوں اور عورتوں کے حکومت کرنے کو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اصول
زبردستی اور اصول قدرت ازدو کا نمونہ ہے۔
شخصی سلطنتوں اور دیگر اسی قسم کی بادشاہتوں کے مقابلہ میں مردوں کے
طریقہ حکومت میں یہ فرق ضرور ہے کہ ایسی سلطنتوں کے انتظام کی بنیاد شروع ہی
سے جابرانہ حرکات پر قائم ہوئی ہے مگر مردوں اور عورتوں کا طریقہ برتاؤ اس
سقیم اصول سے پاک ہے۔ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں وہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ عورتیں
اس طریقہ برتاؤ کی کبھی شاکی نہیں ہوتیں۔ اور دراصل یہ سلوک اُنکی رضامندی
سے ہی قائم رکھا جاتا ہے۔
مگر ہم ایسے اصحاب کے گوش گذار کرنا چاہتے ہیں کہ وہ غلطی پر ہیں۔ یہ
خیال کہ عورتیں اس سلوک کو بخوشی و خورمی منظور کرتی ہیں درست نہیں ہے۔ اول تو
بہت سی عورتیں ظاہرا طور پر اسکو تسلیم ہی نہیں کرتیں۔
ہم دیکھتے ہیں کہ جس زمانہ سے یورپ میں عورتوں کو اپنے جذبات کا بذریعہ
تحریرات اظہار کرنے کا شعور پیدا ہوا اُس زمانہ سے کتنی ہی متعدد عورتوں نے
کھُلم کھُلا اپنی موجودہ مجلسی حالت کے خلاف قلم اٹھائی ہے۔ اور اپنے خیالات
کو دُنیا پر روشن کرنا شروع کر دیا ہے۔ زمانہ موجودہ میں ہزاروں بلکہ لاکھوں کی
تعداد میں عورتوں نے مشہور اور لائق استریوں کی زیر سرپرستی ہو کر پارلیمنٹ میں
درخواست پیش کی ہے۔ کہ اُن کے حقوق کا اضافہ کیا جائے اور پارلیمنٹ کے کاموں
میں اُن کو حلقہ وبجادے۔
کیا اُن حالات کے موجود ہوتے ہوئے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ عورتیں مردوں
کے جابرانہ برتاؤ کی شاکی نہیں ہیں۔ یا وہ موجودہ سلوک کو پسند کرتی ہیں یا عورتوں
کا دعویٰ کہ اُن کو بھی مردوں کی مانند اعلیٰ ترین اور مفید تعلیم سے ہر ضلع اور مختلف

علوم و فنون سے آراستہ کیا جاوے نہایت شد و مد کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ دعویٰ کی معقولیت کی وجہ سے انکی درخواست مقبول عام ہوتی اور ان کو کامیابی کی پوری امید نظر آتی ہے۔

ذرا مغربی ممالک کی طرف نظر اٹھانے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ کس طرح ہر سال عورتیں مختلف پیشہ اور فنون میں اپنا دخل پیدا کر رہی ہیں اور کتنی ضرورت ان پیشوں میں عورتوں کے دخل کرنے کی محسوس کی جاتی ہے اس جو دروازے اب تک واسطے مقفل تھے۔ آج رفتہ رفتہ کھلتے جاتے ہیں۔

ملک انگلستان میں اگرچہ مانند یونائیٹڈ اسٹیٹس امریکہ کے ایسی جماعتیں نہیں ہیں کہ عورتوں کے حقوق کے واسطے متواتر شغل پیدا کرتی رہیں یا کاہے گاہے ان کے حقوق کے متعلق غور کریں البتہ بہت بڑی اور زندہ سوسائیٹی ایسی ضرور موجود ہے جو کہ تمدنی آزادی کی خواہاں ہے اور اپنے حقوق کے حاصل کرنے میں پوری کوشاں ہے۔ یہ امر بھی غور طلب ہے کہ اس سوسائیٹی کا انتظام محض عورتوں کے ہی ہاتھ میں ہے۔

انگلستان یا امریکہ کو ہی صرف یہ فخر حاصل نہیں ہے کہ وہاں کی عورتوں نے اب اپنی ہستی کو محسوس کرنا شروع کر دیا ہے اور اپنے حقوق طلب کرتی ہیں بلکہ جدھر نظر ڈالئے یہی نظارہ نظر آتا ہے۔ فرانس۔ اٹلی۔ سوئٹزرلینڈ۔ و روس ہر ملک میں اس ہلچل کا وجود ہے۔ اور ہر جگہ عورتوں میں نئی زندگی کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔

کوئی نہیں بتلا سکتا کہ کن کن ممالک میں کتنی تعداد عورتوں کی ایسی موجود ہے جو اپنے حقوق کو سمجھنے لگی ہے۔ اور جن کے دلوں میں ترقی کے اونچے خیالات چپکے چپکے موجزن رہتے ہیں۔

ہاں ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اگر عورتوں کو ایسی نازیبا تعلیم دے دے کر ایسی جذبات کا اپنے دلوں میں رکھنا عورتوں کے دھرم کے خلاف ہے" اُن کے قدرتی خیالات اور ترقی کے جذبات کو نہ روکا جاوے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کو اس امر کا پتہ لگ جاویگا کہ ترقی کی خواہشمند عورتوں کی تعداد کتنی زیادہ ہے۔

نیز یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کبھی کسی مجلس جماعت نے ایسی خواہش نہیں کی کہ اسکو ایک مرتبہ ہی مکمل آزادی عطا کر دیجاوے - جب اول مرتبہ سمن دی مانٹفورڈ نے عوام کے منتخب شدہ اصحاب کی ایک جماعت جمع کر کے اس کا نام پارلیمنٹ رکھا اس وقت کیا کسی کے خواب میں بھی یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ ایسی جماعت جس کے تمام ممبر مختلف شہروں کی آبادی سے وہاں کے باشندوں نے انتخاب سے نامزد کئے ہوں اور اس کو ایسی قوت نصیب ہو جاویگی کہ وہ سلطنتوں کے انتظام کو قائم و منسوخ کر سکے اور یہاں تک اسکو قوت حاصل ہو جاویگی کہ وہ بڑی سلطنتوں کے معاملات میں بادشاہوں کی رہنما بنجاوے - ایسی خیال کسی شخص کے دماغ میں خواہ وہ کیسا ہی مدبر عالی مغز تھا موجود نہ تھے - ہر ایک کے

دل میں محض یہی خیال تھا کہ کسی طرح انکی آواز بھی کچھ بادشاہ تک پہنچ جاوے اور عوام کو سوائے اس خیال کے کہ ان کے اوپر خود مختارانہ طریقہ سے ٹیکس نہ لگائے جاویں اور خواہ مخواہ تنگ و پریشان نہ کیا جاوے - دوسرا خیال نہ تھا - بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ سلطنت کے افسروں کے ظلم کے پنجہ سے کسی طرح نجات نصیب ہو - پس پارلیمنٹ کی بنیاد رکھنے والوں کا خیال اور ارادہ پہلے پہل اسی قدر محدود تھا - ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ یہی جماعت کسی روز بادشاہوں کے اختیارات بھی زیر و زبر کر سکیگی -

قانون قدرت کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو لوگ شروع زمانہ سے بیجا طاقت کے ظلم سہتے چلے آتے ہیں - وہ اول اول اس طاقت بذات خود کا گلہ نہیں کرتے - بلکہ جو ظلم اور سختیاں ان کے دلوں کو دکھاتی ہیں - انہیں کے انسداد اور رفع کرنے کے لئے شکایتی الفاظ زبان پر لاتے ہیں -

الغرض اسی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم آج کل کے بیوی اور خاوند کے باہمی تعلقات پر نظر ڈالتے ہیں تو فوراً معلوم ہوتا ہے کہ ایسی مستورات بہت زیادہ تعداد میں ہیں جو اپنے خاوندوں کے خلاف ان کے طریقہ برتاؤ کی شکایت کیا کرتی ہیں - ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اس شکایت کا نتیجہ عورتوں کے واسطے برا نہ ہوا کرتا اور گلہ و شکوے کے الفاظ ان کی زندگیوں کو زیادہ تلخ نہ کر دیا کرتے - نیز ان کے

خاوند اپنے خلاف شکایتی الفاظ سنکر زیادہ نہ بھڑک جایا کرتے۔ اور بری طرح سے نہ پیش آیا کرتے۔ ایسی صورت میں موجودہ زمانہ میں ہشیار عورتیں اس قسم کی شکایتیں کرتی ہوئی نظر آیا کرتیں۔

یہی وجہ ہے جس سے کہ عورتوں کی کوئی کوشش بھی اپنے مخفیہ مطلب کارگر نہیں ہو سکتی اور اس سبب سے کوئی موقعہ ان کے پاس ایسا نہیں ہے جس سے کہ وہ ان بیجا سختیوں سے نجات حاصل کر سکیں۔

بچوں کی حالت کو مستثنے کر کے سوائے بیویوں کے اور کوئی دوسری حالت ایسی نہیں ہے۔ جہاں قانون اس بات کی اجازت دیتا ہو کہ اگر کسی انسان کو دوسرے سے نقصان پہونچا ہو۔ اور جرم بھی کسی شخص پر ثابت ہو گیا ہو تو بیچارے مظلوم کو اسی مجرم کی زیر نگرانی رکھ دیا جاوے کہ جس نے کہ مستغیث کو ستایا ہو۔

ناظرین یہی وجہ ہے کہ بیویاں باوجود اس کے کہ ان کو سخت سے سخت جسمانی تکالیف برداشت کرنا پڑتی ہیں اور ایسی ہی مصیبتوں میں عرصہ گزر جاتا ہے۔ مگر وہ اُف تک نہیں کہتیں وہ اس حق سے جو کہ قانون نے انکی نگرانی کے واسطے قائم کیا ہے فائدہ اٹھانے کی ہمت نہیں کرتیں اور اگر خدانخواستہ کسی ناقابل برداشت غصہ کی حالت میں یا پڑوسیوں کے کہنے سننے سے کبھی عدالت کا منہ دیکھنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ تو بالآخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عدالت کے روبرو معاملہ کو بہت چھپا چھپا کر ظاہر کرتی ہیں اور اپنے ظالموں سے معافی مانگتی ہیں اور دست بستہ عرض کرتی ہیں کہ ان سے گناہ ہوا اور آئندہ ایسا نہ ہوگا۔

اگر ہم ذرا غور سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی حالت ایسی واقعہ ہوئی ہے کہ تمام طریقے اور اصول خواہ وہ قدرتی تصور کئے جائیں خواہ ان کا تعلق تمدنی یا مجلسی قاعدوں پر مبنی ہو آپس میں مل ملاکر عورتوں کے واسطے مردوں کی بیجا حکومت کے خلاف یک جماعت ہو کر آواز اٹھانا ایک غیر ممکن بات کر دیتے ہیں۔

تمام دیگر مظلوم جماعتوں کے مقابلہ میں عورتوں کی حالت میں یہ ایک اور زیادتی ہے کہ استریوں کے لئے [illegible] سے علاوہ حفاظت کے کچھ زیادہ حاصل کرنے

کی توقع کرتے ہیں۔

مرد صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے۔ کہ عورتیں ان کو اپنی فرمانبرداری کا متواتر ثبوت دیتی رہیں۔ بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ استریوں کے جذبات بھی ان کی مرضی کے موافق ہی بنے رہیں۔ یعنی وہ علاوہ خدمت کے ان کے جذبات پر بھی قابو رکھنا چاہتے ہیں۔

زیادہ وحشیانہ خصائل کے انسانوں کو چھوڑ کر تمام مرد یہی خواہش رکھتے ہیں کہ وہ عورت جو ان سے نہایت قریبی تعلق رکھتی ہے۔ ان کی محض غلام ہی نہ ہو بلکہ وہ اپنی مرضی سے محکوم بنی رہے۔ اور اس امر کا اظہار خوشی خوشی سے کرتی رہے۔

مرد عورت کو علاوہ غلام بنانے کے اس کو اپنا معشوق بھی بنانا چاہتے ہیں اس کے دل میں اپنے واسطے محبت دکھانا ان کا اصول ہوتا ہے۔ یہی وجوہات ہیں کہ مردوں نے سوشیل تعلقات کو ایسے طریقہ پر قائم کیا ہے کہ عورت کا دماغ اوپر ظاہر کی ہوئی حالت کو نہایت خوشی سے تسلیم کرنے۔

اور اس کے خلاف زبان سے ایک لفظ نہ نکالے دیگر غلاموں کے مالک اپنا دبدبہ قائم کرنے اور محکوموں کو وفادار بنانے کے لئے محض ڈر اور دھمکی ہی سے کام لیتے رہیں خواہ وہ خوف اُن کی ذات کا ہو خواہ دیگر اصولوں سے وابستہ ہو عورتوں کے مالک چونکہ عورتوں سے محض فرمانبرداری ہی کی امید نہیں رکھتے اس لئے ڈر اور دھمکی کو بہترین ذریعہ تصور نہ کرکے تعلیم کا آلہ بنایا اور اپنا مقصد حاصل کرنے کی نیت سے اُن کے دماغوں کو مرضی کے موافق ڈھالنا شروع کیا۔

مہاتما منشی رام جی کی کچھ آپ بیتی کچھ جگ بیتی

آریہ سماج میں ابتدائی مباحثات

قیاس ایسا ہوتا ہے کہ میں جالندھر کے سفر سے لوٹ کر سوا یا ڈیڑھ مہینہ ہی لاہور میں رہا۔ کیونکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جیٹھ شکلا کی نرجلا اکادشی کا دن مجھے اپنے وطن تلون میں آیا تھا۔ اس سوا یا ڈیڑھ مہینے کے اندر میں نے جو محسوس کیا۔ اس میں سے جو کچھ قوت حافظہ سلسلہ وار یاد کر سکتی ہے۔ وہ یہاں مختصراً دیتا ہوں۔

لالہ سائینداس جی اس وقت آریہ سماج لاہور کے مالک سمجھے جاتے تھے وہ پبلک میں لیکچر نہیں دیا کرتے تھے۔ اخباروں میں بھی وہ ظاہر طور پر کچھ نہیں لکھتے تھے۔ اسوقت تک انہوں نے ایک ٹریکٹ موسومہ "ایک آریہ" نام لکھا تھا۔ جس میں کلکتہ کے پنڈتوں کی رشی دیانند کے برخلاف دی ہوئی رائے کی پڑتال کی تھی۔ لیکن لاہور آریہ سماج کے حلقے سے باہر انکو کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ باہر کے لوگ رائے مولراج اور لالہ جیونداس اور بھائی جواہر سنگھ وغیرہ سے زیادہ جان پہچان رکھتے تھے۔ لیکن یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی آریہ سماج کی اور اس کے ساتھ سارے پنجاب کے آریہ سماجوں کی جتنی زندگی ہی اسوقت لاہور آریہ سماج پہ قایم تھی۔ ساری کلا کے چلانیوالے لالہ سائینداس جی ہی تھے۔ اس طاقت اور استحقاق کو وے لوگ ہی جانتے ہیں۔ جنہیں لالہ سائینداس جی سے ملنے کا واسطہ پڑا تھا۔ پبلک میں وہ کبھی منہ نہیں کھولتے تھے۔ اور سمجھا جاتا تھا کہ آپ میں ایسی تقریر کرنے کی طاقت نہیں۔ لیکن جب حاضرین کی تعداد ایک سے

زیادہ نہ ہوتی - اسوقت لالہ سائینداس جی سے بڑھکر کوئی دیش بھگت (دیرہما)
دکھائی نہیں دیتا تھا - اتہاس کے وہ اوتار تھے - اور خاصکر عیسائیوں کو دار تک
اتہاس کے علاوہ مسلمانوں اور سکھوں کے اتہاس سے بھی اچھی طرح واقف تھے
ان کی سادہ زندگی کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔

لالہ جیونداس جی کی عجیب عادت کا مجھے ان سے ملاقات ہوتے ہی پتہ لگ گیا تھا
آپ کبھی بھی ریویو کرنے سے چوکتے نہ تھے - ایک طالب علم کے آریہ بننے کی
درخواست پیش ہوئی - آپ اٹھ کر بلند آواز سے سوال کرتے ہیں - کیا انکی ۱۸ سال
کی عمر ہے - شری سائینداس کی مونچھیں پھڑکیں اور ہاتھ کے اشارے سے بیٹھانا
چاہا - اسپر شری جیونداس جی نے آسمان سر پر اٹھا لیا - میں اس طرح نہیں بولنگا
میرا حق ہے کہ میں پوچھوں۔ اسپر سکرٹری نے درخواست پڑھنی شروع کی جسمیں
عمر ۱۹ برس کی لکھی تھی - شری جیونداس جی ان دنوں پنجاب کے فنانشل کمشنر
کے دفتر کے مترجم تھے - آپکے ترجمہ کئے ہوئے سینکڑوں سرکلر وغیرہ میں نے دیکھے
ہیں - آپ محکمہ میں بھی الفاظ پر "ہندی کی چندی" نکالنے کے لئے مشہور تھے
جب شام کیوقت دفتر سے واپس آتے - تو راستہ میں انارکلی کی بحث میں شریک ہوتے
ان دنوں مولوی - عیسائی - برہمو سماجی - آریہ سماجی تمام بحث مباحثہ سڑکوں
کے پلوں پر کھڑے ہو کر کرتے تھے - لیکن آجکل کی طرح رنگ میں بھنگ نہیں پڑتا
تھا - شری جیونداس جی کی اعلیٰ صحت اور صاف تقریر کی ان دنوں میرے دل پر
بڑی بھاری عزت بیٹھ گئی تھی۔

شاید انہیں دنوں مرحوم مسٹر ہیوم کانگریس کی قائمی کے لئے حرکت پیدا کرنیکو
لاہور میں آئے تھے - مجھے معلوم ہوا تھا - کہ جس بھی تعلیم یافتہ ہندوستانی کو وہ ملنا
چاہتے - وہاں سے ہی انہیں نا امید ہونا پڑتا - نہ جانے کیسے مسٹر ہیوم کو یقین
ہو گیا - کہ جو طاقت ہندوستانیوں کو ملنے نہیں دیتی - وہ رائے مولراج ایم - اے
کی شکل میں ہے - تعلیم یافتہ جماعت میں یہ مشہور ہو رہا تھا - کہ مسٹر ہیوم برٹش گورنمنٹ
کا ڈیٹیکٹو ہے - جو ہندوستانیوں کو کسی جال میں پھنسانے آیا ہے - اسکو تو پتہ تھا

کے سوائے اور کون جان سکتا ہے۔ کہ اس میں رائے مولراج جی کا ہاتھ تھا یا نہیں
(اور اس کے لئے کوئی یقین دلانیوالی شہادت نہیں ہے) لیکن مسٹر ہیوم نے وہ ہمیشہ
یاد رکھنیوالی چٹھی لالہ سائیں داس جی کو لکھی۔ ماری جبکی یادہی شتگرو دت جی نے میرے
سامنے لالہ جی کو تین سالوں کے بعد کرائی تھی۔ اِس چٹھی میں مسٹر ہیوم نے یہ لکھا تھا کہ
اُن کے قابل تعظیم دوست سوامی دیانند سرسوتی کے قایم کردہ سماج کا سبھا سد رائے مولراج
جیسا ناستک کیسے ہو سکتا ہے۔
اُن دنوں ہم سب اکٹھے رہنے والے ساتھیوں کے اندر دھرم پرچار کے لئے بڑا اساہس
تھا۔ بھائی سندر داس میں، مہاشے رامچند اور مکند لال جی ہمیشہ کسی نہ کسی چوراستے پر
کھڑے ہو کر ایک مہینے تک عوام الناس کو دید کے دھرم کا پیغام سناتے رہے۔ افسوس کہ
تعطیلات سے واپسی پر دوسرے کاموں میں پھنس جانے کے باعث یہ پاکیزہ کام
کے لئے وہ ساہس نہ رہا۔
انہی دنوں سادھو آلارام کے لیکچروں کے علاوہ لاہور شہر کے درمیان "باولی
صاحب" میں چودھری نول سنگھ کی لاوینیاں ہوئیں۔ جن کے اثر سے کوٹ اور
والے بابوؤں کے علاوہ دوکانداروں اور آریہ جاتی کے سادہ لوح انپڑھ (ناتعلیم یافتہ)
لوگوں کی صحبت بھی آریہ سماج کے ساتھ بڑھ گئی تھی۔
لاہور سے میں اعلیٰ خیالات اور ساہس لیکر جالندھر آیا۔ اور ابھی دو تین ہی دن بیتے
تھے کہ میرے گاؤں تلون سے میرے والد کے بیمار ہونیکی خبر آئی۔ اس خبر کو سنتے
ہی میں اپنے گاؤں تلون کو چلا گیا۔ جہاں پتاجی کی جسمانی حالت اچھی نہ تھی۔ انپر پہلا
حملہ اُدر رونگ بیماری کا ہوا جسنے آخر کو ایک سال کے بعد انہیں ان کے عیال و
اطفال سے ہمیشہ کیلئے جدا کر دیا۔ میرے جانے اور لائق حکیموں سے علاج کرانے پر
والد صاحب کی حالت اسوقت تو کچھ اچھی ہو گئی۔ لیکن انکی نظر اسی وقت بہت کم ہو گئی
اس بیماری کا بھاری سبب وہ نکما پن تھا۔ جو ہمارے ملک کے پنشنروں کی اچانک
موت کا سبب ہوتا ہے۔ پتاجی تیس سے زیادہ سالوں تک برابر دن بھر کام میں لگے
رہتے تھے۔ اور وہ کبھی گھوڑے کی سواری اور دوڑ دھوپ کا کام۔ پنشن لیکر انہیں

کوئی کام نہ رہا۔ اور بغیر مطلب چلنے پھرنے کے وہ کبھی بھی عادی نہ تھے میں نے
کئی دفعہ ترغیب دی۔ کہ اپنے کھیتوں وغیرہ کا ہی ملاحظہ کر لیا کریں۔ لیکن وہاں کے
کام کی اصلی حالت تو وہ چار پانچ ادھر جانیوالوں پر جرح کے سوال کرکے جان لیتے تھے۔ ورزش
کا نہ کرنا اُن کی بیماری میں مبتلا ہونے کا سبب ہوا۔ جس سے بڑی بھاری ہدایت ملنی
لی ہے۔ اور میرے ناظرین کو بھی لینی چاہئے۔ پتاجی کے ناتندرست ہونے پر بھی میں
گاؤں تلون میں ہی ٹھہر گیا۔ اور انکی خدمت کرنے لگا۔ اتنے میں جیٹھ کی نرجلا اکادشی
کا دن آ پہنچا۔ غسل۔ پوجا وغیرہ سے فارغ ہو کر پتاجی اپنی بیٹھک سے گھر میں آئے
جہاں جھجر پانی سے بھر کر اور انکے ڈھکن پر خربوزہ دھرا تھا۔ اور دکشنا دھر کر گھر کے
تمام مرد عورتوں نے سنکلپ پڑھا تھا۔ نرجلا اکادشی کے دن جھجر پانی ہمارے پورانک
بھائی پیتے ہیں۔ اسے دیکھ کر اس انوکھے نام کرن سنسکار پر ہنسی آتی ہے۔ برت تو یہ کہ
ایک دن رات بغیر خوراک یہاں تک کہ بغیر پانی کے گذارہ کریں گے۔ اور برت رکھنے
والوں کا چلن یہ کہ دن بھر خربوزے کھا کر شربت پئے پیٹ پھٹنے کے شکار بن جائیں
کیسی انوکھی لیلا ہے۔

نرجلا اکادشی کا دن میرے دھارمک امتحان کا پہلا موقعہ تھا۔ پتاجی میرے ساتھ
اپنے تمام لڑکوں سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ اُن کو اپنے عقائد پر مکمل یقین تھا۔ اور
اس کے وہ پرچارک بھی تھے۔ جہاں وہ اپنے اشٹ دیو (معبود) کی عبادت میں
کبھی سستی نہ کرتے تھے۔ وہاں پنجاب کے بے سمجھ ہندؤں کو مسلمانوں کی قبروں کی پوجا
سے روکنے میں بھی طیار رہتے تھے۔ تلون گاؤں میں سینکڑوں کو انہوں نے قبر پرستی سے
روک کر ٹھاکر جی کے مندر کا سیوک بنا دیا تھا۔ ایسے پتا نے سنکلپ کے وقت بلانے
کو مجھے آدمی بھیجا۔ میں جانتا تھا۔ کہ آج امتحان کا دن ہے۔ لیکن اس سے بچنے کے
لئے اپنی بیٹھک میں کتاب کھول کر پڑھنے بیٹھ گیا تھا۔ میں نے سمجھا تھا کہ آنکھیں بند
کر لینے سے بلا ٹل جائیگی۔ لیکن پتاجی کا سپاہی سر پر آ پہنچا۔ میں اٹھکر پتاجی کے پاس
جانے کو تیار نہ ہوا۔ اسوقت کا نظارہ مجھے کبھی نہیں بھولتا۔ گھر میں دوسری منزل پر
لمبا دالان ہے۔ اس میں سامنے مرگ آسن پر پتاجی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور اُن کے سامنے

ایک لمبی قطار میں چوکیاں بھی پڑی ہیں۔ سب کے سامنے میرے بھائی بھتیجے بیٹھے ہیں جو
سنکلپ کر چکے ہیں۔ اور صرف ایک چوکی کے سامنے والا آسن میرے لئے خالی پڑا ہے۔ میں
سامنے پہونچکر کھڑا ہو گیا۔ اور حسب ذیل بات چیت ہوئی۔

پتاجی۔ آؤ منشی رام تم کہاں تھے۔ ہم نے تمہارا بہت انتظار کر کے سب کو سنکلپ
پڑھا دیا ہے۔ تم بھی سنکلپ پڑھ لو۔ تب میں بھی سنکلپ کر کے فارغ ہونگا۔

میں پتاجی سے صاف کہنے سے ڈرتا تھا۔ اس لئے پہلا جواب یہ دیا۔

پتاجی سنکلپ تو دل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ جب آپ نے سنکلپ کیا ہے۔ تو آپ کا
دان بھی جیسے چاہیں دیں۔ اس لئے میں نے آنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

پتاجی کو میرے آریہ بننے کی خبر پہونچ چکی تھی۔ پہلے تو انہیں کچھ خوشی سی ہوئی تھی
کیونکہ ان کو صرف اتنا ہی پتا لگا تھا۔ کہ میں ناستک سے آستک بن گیا ہوں لیکن
جب جالندھر سے میرے اور شری دیوراج جی کے لیکچروں کی خبر انہیں ملی تو انہوں نے
شری دیوراج جی کے پتا رائے سالگرام جی مہاراج کو لکھا تھا۔ کہ ہم دونوں کو اپنے
دیوی دیوتاؤں کی مذمت سے بند کرنا چاہئے۔ ہماری اس روا ان سب باتوں کو بھول
گئے تھے۔ لیکن آج تمام پرانے سنسکار جاگ پڑے۔ اور پتاجی نے میرے جواب میں کہا
کیا میری دولت تمہاری نہیں۔ پھر اس میں سے خیرات کرنے کا حق تمہیں کیوں نہیں
اور کیا دل سے سنکلپ باہر نکالنا گناہ ہے۔ تم درست وجہ کیوں نہیں بتلاتے۔ اتنا
کہہ کر پتاجی نے سیدھا وار کیا۔ کیا تم ایکادشی اور براہمن پوجا پر یقین نہیں رکھتے کیا
بات ہے۔

اس صاف سوال پر مجھے ادھر ادھر نکلنے کی جگہ نہ رہی۔ اور میں نے کہا۔ نہیں پتا جی۔
تو مجھے مکمل یقین ہو۔ لیکن جن کو آپ دینا چاہتے ہیں۔ وہ میری نظر میں براہمن
نہیں ہیں۔ اور ایکادشی کے دان میں میں کوئی خصوصیت نہیں سمجھتا۔ میرا اتنا کہنا
تھا۔ کہ پتاجی حیران ہو کر میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے آنکھیں نیچی کر لیں۔ ایک
لمحہ کے بعد پتاجی نے لمبا سانس لیا اور کہا۔ میں نے تو بڑی امید لیکر تمہیں بڑی
سرکاری نوکری سے ہٹا کر وکالت کی طرف ڈالا تھا۔ مجھے تم سے بڑی خدمت کی امید

بھی۔ کیا اس سب کا ثمرہ مجھے بھی ملنا تھا۔ اچھا جاؤ۔ میں چپ چاپ نیچے اُتر آیا اور
سارا دن فکر کے سمندر میں ڈوبا رہا۔

دو تین دن تو میں پتاجی کے پاس جانے سے گھبراتا رہا۔ اور وہ مجھے بلانے سے
جھجکتے رہے۔ لیکن ان کے دل میں میرے لئے گہری محبت تھی۔ ایک دن مجھے خود بلا کر
اپنے کسی انگریز دوست کو خط لکھانے لگے۔ اور آہستہ آہستہ مرجھلا ایکادشی کے
دن کا نظارہ میری نظر سے اوجھل ہو گیا۔

تعطیلات ستائیس ستمبر کے پہلے ہفتہ تک تھیں۔ میں نے تعطیلات سب پتاجی کے
علاج کرانے اور انکی خدمت کرنے میں گذاریں۔ انہیں دنوں میں نے ستیارتھ پرکاش
آریہ بھینو اور پنچ مہا یگیہ ودھی کو دوبارہ پڑھا۔ اور جب لاہور چلنے لگا۔ اُسوقت
تک رگھوونش آدی اور ویاکرن کا نصف حصہ پڑھ چکا تھا۔ اس پڑھنے کے کام میں
مجھے ایک لائق شاگرد بھی مل گیا۔ پنجاب میں سنسکرت جاننے والوں کی اس وقت ویسی
ہی کمی تھی۔ اور جہاں گاؤں میں تو سنسکرت کا کام ہی کیا تھا لیکن تلون کے دیہاتی
مدرسہ کا نائب مدرس آٹھ روپے ماہوار پانے والا کاشی رام سنسکرت پڑھنا چاہتا تھا
اور اس لئے پتاجی کو انکی پوجا کے مطابق دھرم گرنتھ سنایا کرتا تھا۔ وہی کاشی رام
پڑھنے پڑھانے میں بھی شامل ہوا۔ اور جب میں تلون سے لاہور واپس گیا۔ تو پیچھے
اسنے پتاجی کا یقین میرے عقاید پر جما دیا۔

قانون کی کتابیں میں اکثر یاد کر چکا تھا۔ ستیارتھ پرکاش وغیرہ سارا دن پڑھتے
رہنا مشکل تھا۔ اور آریہ سماج میں داخل ہوتے ہی انگریزی ناولوں سے بھی
مجھے نفرت ہو چکی تھی۔ تلون میں کوئی ایسا تعلیم یافتہ مہذب شخص نہ تھا جن
سے بات چیت میں دن کٹ جاتا۔ تب دن کٹنے کے لئے ایک پرانی عادت کے پھندے
میں پھر سے پھنسا۔ کاشی سے آخری بار روانگی سے پہلے میں نے بڑے بڑے شطرنج
کھیلنے والوں سے شطرنج کھیلنا سیکھا تھا۔ تلون میں پہونچکر دیکھا کہ میرے خاندان
کے مسلمان استاد دل نور محل کے سید ملا کا خاندان سارا کا سارا مشہور شطرنج
باز ہے۔ وہاں اسکی تعلیم اس کھیل میں ملی۔ پھر جالندھر میں میرے بھائی لالہ بالک رام بھی

کو شطرنج کا بڑا شوق تھا۔ اس کے ساتھ خوب مقابلہ ہوتا۔ خلاصہ مطلب یہ کہ
شطرنج بازی میں میں بہت سا وقت برباد کیا کرتا تھا۔ لیکن آریہ سماج میں داخل
ہوتے ہی جہاں گوشت خوری کو ترک کر دیا۔ جہاں ناولوں کو اٹھا کر جدا کر دیا۔ وہاں
شطرنج کو بھی تلانجلی دیدی تھی۔ لیکن تادن میں نکما بیٹھا سامنے موہروں کی گھتا
گھرت دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور پھر شطرنج کی کھیل میں دن کے پانچ چھ گھنٹے
ضائع کرنے لگ گیا۔ اس کے علاوہ مجھے ستار کا بھی شوق تھا۔ اور اپنے استاد منشی
رحیم بخش کلاونت سے ستار پر کچھ بھجنوں کی مشق کرتا رہا۔

اس طرح جیون تیت کر کے میں نے دو مہینوں سے زیادہ کاٹ دئے۔ اور لاہور
کی طرف نقل مکان کا دن نزدیک آیا۔ گوری بہاؤں سے کھنچی ہوئی بگھی تیار ہوئی
اس کے پیچھے اور پچھے سب اسباب رکھا اور سب سے آخر میں پتاجی کی خدمت میں پرنام کرنے
کے لئے حاضر ہوا۔ اپنے ہوائے مندر کی ڈیوڑھی کے اوپر ان کے رہنے کو کمرے
بنے ہوئے تھے۔ پتاجی تکیہ لگائے بڑے کمرے میں بیٹھے تھے۔ ان کا ذاتی خدمتگار
بھیما کھڑا تھا۔ میں نے پہونچ کر پاؤں پر سر رکھکر پرنام کیا۔ پتاجی نے سر پر ہاتھ
رکھکر آشیرباد دیا۔ میں چلنے کو اٹھنے لگا۔ حکم ہوا کہ ابھی بیٹھ جاؤ۔ پھر بھیما کی طرف
اشارہ کیا۔ اس نے ایک تھال میں مٹھائی رکھکر اور اس کے اوپر ایک اشرفی رکھکر میرے
سامنے رکھدی۔ اور پتاجی نے کہا۔ جاؤ بیٹا۔ ٹھاکر جی کے متھا ٹیک کر رخصت ہو۔
مریادا پرشوتم شری رامچندر بھگوان کے ہمراہ پا پیادہ چلنے والے ہنومان جی تمہاری
حفاظت کنندہ ہوں۔ میں اتنا سنتے ہی سن ہو گیا۔ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ کچھ
جواب نہ بن آتا تھا۔ چپ چاپ بیٹھا تھا۔ پتاجی میری خاموشی کا سبب کچھ اور ہی سمجھ
ہیں جہاں اپنے ذاتی آرام کے لئے ان داتا بھی زیادہ خرچ نہیں کرتا تھا۔ وہاں شاہ دل
بہت تھا۔ جہاں دوسرا آدمی دو آنے انعام دیکر خوش ہوتا۔ وہاں مجھ کو آٹھ آنے دیتے
کم دینے میں شرم آتی۔ پتاجی خود بڑے منتظم تھے۔ اور ان کے گھر کا سارا خرچ بڑے
قاعدے سے چلتا تھا۔ پتاجی نے سمجھا کہ آٹھ آنہ کی بھینٹ (نذرانہ) دیوتا کے لئے
کم سمجھتا ہوں۔ بھیما کو کہا گیا کہ اشرفی اٹھا کر ایک روپیہ رکھدو۔ اسنے ایسا ہی کیا۔ اور

پتاجی نے کہا۔ لو بیٹا اب ٹھیک ہو گیا۔ دیر ہوتی ہے۔ ٹھاکر جی کو متھا ٹیک کر سوار
ہو جاؤ۔ تب مجھے اپنے پر جبر کر کے بولنا ہی پڑا۔ سوجھتا نہیں تھا کہ کس طریقہ سے
بولوں جس سے پتاجی کو تکلیف نہ ہو۔ میں نے کہا پتاجی۔ یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ میں
اپنے مسلمہ اصولوں کے برخلاف کیسے کر سکتا ہوں۔ ہاں دنیاوی کاروبار میں آپ حکم دیں
اسکی تعمیل کرنے کے لئے حاضر ہوں۔ اتنا کہہ کر میں چپ ہو گیا۔ پتاجی کے منہ پر کئی
طرح کے اتار چڑھاؤ ہوئے۔ اور انہوں نے غصہ سے بھرپور الفاظ میں کہا۔ کیا تم
ہمارے ٹھاکر جی کو دھاتو (سونا۔ چاندی وغیرہ) پتھر سمجھتے ہو۔ اسوقت میرے اندر
عظیم جنگ ہو رہا تھا۔ نہ جانے کیسی جرأت سے میں نے کہا۔ پرماتما سے نیچے میں
اپنے لیئے آپکو ہی سمجھتا ہوں۔ لیکن اے پتا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپکی اولاد مکار
ہو۔ یہ الفاظ بڑی ہی نرمی سے بھرے ہوئے آواز میں میرے اندر سے نکلے تھے
پتاجی کی زبان بھی کچھ لڑکھڑا گئی۔ کون اپنی اولاد کو مکار دیکھنا چاہتا ہے۔ میں نے اس
وقت کو زندگی کی حفاظت یا موت کے حاصل ہونیکا وقت سمجھا اور کہا۔ تب میرے لئے
تو یہ مورتیاں اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ اور اگر میں ان کے آگے بھینٹ (نذرانہ) دھر کر
سر جھکاؤں گا۔ تو وہ مکاری ہو گی۔ کہنے کو تو میں نے اتنا کہہ دیا۔ لیکن اسپر پتاجی کے
دل کو چھید کر دینے والے الفاظ سنکر مجھ میں کچھ طاقت ہی نہ رہی۔ ہاں مجھے یقین نہیں کہ
مرنے پر مجھے کوئی پانی دینے والا بھی رہیگا۔ اچھا بھگوان جو تیری اچھیا۔ میں مانو
زمین میں گڑ گیا۔ پاؤں وہیں کے وہیں رہے۔ دس منٹ تک نہ مجھے ہی کچھ ہوش
رہی۔ اور نہ پتاجی بولے۔ پھر آہستہ سے کہا۔ اچھا اب جاؤ دیر ہو گئی۔ میں نے چپ
چاپ پرنام کیا اور نیچے اتر کر جھولی پر سوار ہو گیا۔

جھولی تک نیچے پہونچتے پہونچتے میرے دل میں کئی طرح کے خیالات اٹھتے رہے۔ اول میں
وچار ان میں یہ تھا کہ جب میں پتاجی کے دھارمک خیالات سے متفق نہیں۔ جب
میں ان کے عقائد کے مطابق ان کے سورگ (بہشت) حاصل کرنے یا نجات کا ذریعہ
نہیں بن سکتا۔ جن کے لئے ان کے مذہب کے مطابق مرتک (مردوں کا) شرادھ اور
ترپن وغیرہ ضروری ہیں۔ تب مجھے کیا حق ہے کہ انکی کمائی ہوئی دولت کا حصہ دار

ہوں۔ مجھے چلتے ہوئے پتاجی نے پچاس روپئے خرچ کے لئے دئے تھے۔ پچیس
روپئے ایک کاغذ میں باندھ کر اپنے ایک رشتہ دار کے حوالہ کر کے کہہ دیا تھا
کہ دوسرے دن صبح وہ اس روپئے کو بمعہ میرے خط کے پتاجی کے آگے پیش
کر دے۔ خط میں صرف اتنے الفاظ "جب میں آپکے عقائد کے برخلاف مذہب رکھتا
ہوں۔ مجھے کوئی حق نہیں کہ مستحقوں کے حصہ میں سے کچھ لوں۔ اگر زندگی باقی ہے
تو آپکے قدموں میں اپنی بھینٹ کبھی رکھونگا ہی" میں روپئے دیکر چلدیا۔ ابھی ایک
میل گاڑی نہیں گئی تھی کہ گھوڑی سرپٹ چھوڑے ہوئے وہی رشتہ دار چلے آتے
دکھائی دئے۔ میں نے مجھولی کھڑی کرادی۔ گھوڑ سوار نے پہونچتے ہی روپیوں کی
پوٹلی میرے حوالہ کی۔ اور پتاجی کا پیغام اولین دیا۔ "تم عہد کر گئے ہو۔ کہ میرے دنیاوی
احکام سے منہ نہیں موڑو گے۔ یہ میرا دنیاوی حکم ہے کہ یہ روپیہ لیجاؤ۔ اور برابر
خرچ کے لئے مجھ سے منگاتے رہو" پتاجی کے اس پیغام نے میری دل کی ڈانواں ڈول
حالت کو ٹھیک کر دینے میں بڑی مدد دی۔

بات یہ ہوئی کہ میرے رشتہ دار نے دوسرے دن کا انتظار کرنے کی بجائے اسیوقت
روپیوں کی پوٹلی بمعہ میرے خط کے آگے رکھدی۔ جسکا نتیجہ متذکرہ بالا نظارہ تھا
پتاجی سے اسی طرح رخصت ہوکر میں اسی شام کو جالندھر پہونچا۔ وہاں شری دیوراج
جی سے معلوم ہوا کہ میری غیر حاضری میں ایک تو پنڈت شیو نرائن اگنی ہوتری آئے
تھے۔ جن کے لیکچر تو سردار بکرم سنگھ صاحب آہلووالیہ کے مکان پر ہوئے۔ لیکن وہ
ٹھیرے لالہ بالک رام جی کے پاس تھے۔ بھائی بالک رام جی نے اسوقت انکی کمزوریوں
کو خوب سمجھا تھا۔ اور مجھے کہا تھا۔ کہ اگرچہ ہمارے ہاں ٹھیر کر یہ آدمی آریہ سماج کے
برخلاف نہیں بولتا۔ لیکن کبھی نہ کبھی دن گورو ڈم پر ہاتھ ماریگا۔ اور سوامی دیانند
اور آریہ سماج کے برخلاف اڑیگا۔ بھائی بالک رام جی "آدمی آدمی میں فرق" کو
خوب پہنچاننے والے تھے۔ اور ان کا خیال بہت کچھ ٹھیک سمجھتا تھا۔ اسی دن
یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ میری غیر حاضری میں آتما رام سنیاسی بھی جالندھر میں
لیکچر دے گئے ہیں۔ اور ان کے لیکچر دن میں سردار بکرم سنگھ آہلووالیہ

سی۔ ایس آئی بھی ہوا کرتے تھے۔ مرلی دھر کی دھرم شالہ والے آریہ سماج کے
مکان میں ایک آیتوار کی لیڈر پر پڑھنا اور اپدیش کا لطف اٹھا کر میں لاہور پہنچ
گیا۔ سنہ ۱۹۱۱ کے اسی مہینے کے اختتام پر میں لاہور لوٹ آیا تھا۔ ہمارے قانونی
پروفیسر مسٹر پارکر لاہور سے تبدیل ہو جانے کے باعث انکی بجائے مسٹر کلفرڈ ہملے
پروفیسر مقرر ہوئے۔ یہ بڑے نرم دل اور آدمیوں سے محبت کرنے والے تھے۔ میں نے
وکالت کے امتحان کی تیاری پھر بڑے زور سے شروع کر دی۔ میرے دوسرے
ساتھی بھی سب واپس آ گئے۔ آریہ سماج کے کاموں میں اگرچہ میں کوئی خاص امداد
دینے کے لائق نہ تھا۔ تاہم سماج کے عام و خاص جلسوں میں ضرور حصہ لیا کرتا تھا۔

ریویو

۱۔ **نفائس التواریخ**۔ مصنفہ منشی دیبی پرشاد منصف و مورخ جودھپور قیمت ۴ر فی کاپی اس
رسالہ میں یونان عرب ترک مصر ہندوستان شعراء ایران کی چھیاسی کہانیوں کا تھوڑا تھوڑا ذکر ہے۔ منشی دیبی
پرشاد آریہ مسافر میں بھی لکھتے رہتے ہیں۔ تاریخی مضامین سے وہ خاص طور پر مذاق رکھتے ہیں۔ یہ کتاب
بھی اپنی قسم کی نرالی ہے۔ اور پڑھنے کے لائق ہے اور بہت سی مفید معلومات کا مخزن ہے۔ مصنف سے
مندرجہ بالا پتہ سے مل سکتی ہے۔

۲۔ **لطائف الظرفا** قیمت ۴ر مصنفہ منشی دیبی پرشاد منصف جودھپور۔ اس کتاب میں ڈیڑھ
سو سے زیادہ لطائف ہیں۔ دل بہلاؤ کا عمدہ سامان مہیا کیا گیا ہے۔ مصنف سے مندرجہ بالا قیمت اور
پتہ پر مل سکتی ہے۔

۳۔ **تفریح الطلباء**۔ مصنفہ منشی دیبی پرشاد منصف جودھپور قیمت ۴ر اس کتاب میں ۱۵ حکایتیں
دی گئی ہیں اور یہ کتاب مبتدی طالب علموں میں ذہنی دماغی اور اخلاقی قوتوں کے بڑھانے اور خوش طبعی
زندہ دلی اور روشن ضمیری کی خوبیوں کے پیدا کرنے کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ منشی صاحب نے اس غرض کو
کہانیوں کے ذریعہ سے واضح کیا ہے۔ کتاب مفید ہے۔ مصنف سے مندرجہ بالا پتہ اور قیمت پر مل سکتی ہے۔

دیوناگری پرچارک۔ پہلی پستک۔ مصنفہ منشی درگا پرشاد منشی سہارنپور قیمت فی کاپی ۱ر دیوناگری
کی پرائمر ہے۔ پہلے حروف دیئے گئے ہیں اور پھر چھوٹے چھوٹے فقرے۔ بچوں
اور بڑوں سب کے لئے مفید ہے۔ مصنف سے مندرجہ بالا پتہ اور قیمت پر مل سکتی ہے۔

پروفیسر گپتا کا نو ایجاد کردہ سفوف مراد و حب مراد

طبی دنیا میں اپنی قسم کی پہلی نرالی ایجاد اور اسکے حیرت انگیز نتائج

اگر آپ کی شادی کو بہت عرصہ دراز ہو گیا ہے۔ لیکن آپکے ہاں باوجود بہت سے علاج کرنے کے کوئی اولاد نہیں ہوئی یا صرف ایک اولاد ہو کر آئندہ کو سلسلہ بند ہو گیا ہو اور آپ اولاد دیکھنے یا تو دوسری شادی کرنے کو تیار ہیں یا اپنے کسی نزدیکی رشتہ دار کے لڑکے کو متبنّیٰ کرنے کو مجبور کئے جا رہے ہو تو ہم آپکو ایسا کرنے سے پیشتر اپنا نو ایجاد ز رد سفوف آپ کی بیوی کو استعمال کرنے کے لئے مشورہ کرتے ہیں۔ ہمارے اس نو ایجاد سفوف کی بدولت بہت سے بے اولاد اولاد والے ہو گئے ہیں۔ قیمت اس وقت صرف پانچ روپیہ۔ تھوڑے عرصہ کے بعد قیمت زیادہ کر دیجاوے گی +

حب مراد۔ یہ گولیاں مردوں اور عورتوں کے بانجھ اور ہر قسم کے تمام دوشوں کو دور کرکے ان کو اولاد نرینہ پیدا کرنے کے قابل بناتی ہیں قیمت ساٹھ گولیاں صرف دو روپیہ +

ینتر سدھا انجن۔ اسکے استعمال سے آنکھوں کی تمام بیماریاں دور ہو کر نظر تیز ہوتی ہے اور متواتر استعمال سے عینک کی عادت چھوٹ جاتی ہے قیمت فی تولہ صرف دو روپیہ +

بواسیر اور بھگندر کی مجرب دوا۔ اسکے استعمال سے بواسیر اور بھگندر ایسے دور ہوتے ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ قیمت صرف تین روپیہ +

افیون چھڑانے کی دوا۔ اسکے استعمال سے افیون کی عادت دور ہو جاتی ہے قیمت صرف ایک روپیہ +

پلیگ کا حفظ ما تقدم علاج کی مجرب دوا صرف ایک روپیہ۔ دانتوں کا منجن ایک آنہ۔ بال اڑانے کا پوڈر ۸ بچوں کی گھٹی ۸ بال اڑانے کا صابون فی ٹکیہ ۴ نیم کا صابن فی ٹکیہ ۴ کافور کا صابن ایام پلیگ و وبائی امراض میں استعمال کرنے کے لایق ہے فی ٹکیہ کمیشن رکشک تیل فی شیشی صرف ایک روپیہ علاوہ ازیں دو روپیہ (للعہ) فی تولہ مرہم وغیرہ چار آنہ وغیرہ وغیرہ

اسکے علاوہ ہمارے اوشدھالیہ میں ہر بیماری کی ادویات تیار رہتی ہیں۔ بی تائم پیس اصلی گھنٹے گھڑیاں کلاک وغیرہ وغیرہ بھی فروخت ہوتے ہیں۔ اور گھڑیوں کی مرمت بھی ہوتی ہے کارخانہ کی مفصل فہرست عنقریب ہی تیار ہو کر آپکی سیوا میں بھیجی جاوے گی۔

ہم ہیں جناب آپکے آرڈر کے منتظر

آر۔ ایل۔ گپتا اینڈ سنز موجد سفوف مراد و حب مراد مینیجنگ پروپرائیٹرس پر اوپکاری اوشدھالیہ پر اوپکاری بلیون سوامیوانند سٹریٹ ریواڑی (پنجاب)

تار اور ڈاک کا مختصر پتہ

پرکاش برادرس ریواڑی (پنجاب)